Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

اردو رسالہ

ریویو آف ریلیجنز

نمبر ۱۱ — ۵ نومبر ۱۹۳۰ء — سالہ ۱۳۴۹ھ — ۱۳ جمادی الثانی — جلد ۲۹

ایڈیٹر

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

مقام اشاعت

قادیان دارالامان

… یونین پریس …

[illegible] پرنٹر و پبلشر

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپے اور ہندوستان سے باہر ۳ روپے ۸ آنے
مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے ۲ روپے ۸ آنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فہرست مضامین

میرا مذہب مجھے کیوں پیارا ہے	۴۰۱ / ۴۱۳	مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی
پُل صراط کی حقیقت	۴۱۳ / ۴۱۷	مولانا ابو بکر ایوب سماٹری (مولوی فاضل)
انجیلی تعلیمات	۴۱۸ / ۴۲۹	مولانا محمد یعقوب صاحب (مولوی فاضل)
عرفانِ الٰہی و محبّت باللہ	۴۲۹ / ۴۴۰	ماخوذ

خریدارانِ ریویو اُردو کی خدمت میں

کئی مرتبہ عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ ریویو کی مالی حالت دن بدن کمزور ہو رہی ہے۔ اس کی خریداری کی جانب توجہ کم ہے۔ کئی کئی سالوں سے بعض احباب نے اپنا بقایا صاف نہیں کیا۔ حالانکہ ہم باقاعدہ بلاناغہ ان کی خدمت میں رسالہ بھیج رہے ہیں۔ پھر دو دو سال انتظار کرکے جب رسالہ بند کر دیا جاتا ہے تو اس کے قائم مقام نہیں پیدا ہوتے۔ جس سے خریداری کم ہے ؛

خدا کے فضل سے ۱۹۲۲ء سے لیکر آج تک نو سال گذرتے ہیں۔ ایک رسالہ بھی اپنے وقت سے لیٹ نہیں ہُوا۔ اور کوشش کی گئی ہے۔ کہ بہتر سے بہتر علمی لٹریچر خدمت والا میں پیش ہو۔ جو آپ کی مذہبی معلومات کو بڑھانیوالا ہے۔ اسلام و احمدیت کی تائید اور مذاہب باطلہ کی تردید میں کافی میٹریل دیا جاتا ہے۔ کاغذ وغیرہ کے متعلق جہاں تک فنڈ اجازت دیتا ہے۔ مَیں کچھ کمی نہیں کر رہا۔ آجکل ماہوار رسالے جس شان سے نکلتے ہیں وہ پیش نظر ہیں۔ اس کے لئے آپ صاحبان کی توجہ درکار ہے۔ اگر خریدار کافی ہوں۔ ان کو یہ احساس ہو۔ کہ یہ ہماری جماعت کا واحد ماہوار رسالہ ہے۔ اور اسکو خریدنا امر لازمی ہے تو یہ شکایت بھی رفع ہو سکتی ہے ؛

اس مہینے تیسری مرتبہ ان اصحاب کو وی پی کیئے گئے ہیں۔ جن سے تا حال اس سال کا چندہ وصول نہیں ہُوا اُمید ہے وصول فرمائینگے ؛

مینیجر ریویو اُردو قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

میرا مذہب مجھے کیوں پیارا ہے؟

{یہ وہ مضمون ہے جو مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی نے آریہ سماج بٹھنڈہ کانفرنس میں پڑھا۔ (ایڈیٹر)}

معزز سامعین! یہ جلسہ مذاہب ہے۔ جس میں ہر مذہب کے نمائندہ کے لئے موقع دیا گیا ہے کہ وہ اس عنوان پر اپنے مذہب کی روشنی میں کچھ بیان کرے کہ "میرا مذہب مجھے کیوں پیارا ہے؟" سو میں جماعت احمدیہ کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے مذہب اسلام کی تعلیم کے رو سے اس عنوان پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور قبل اسکے کچھ عرض کروں اس امر کو واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ چونکہ عنوان مذکورہ کے فقرہ میں اپنے اپنے مذہب سے پیار اور محبت کرنے کا باعث اور سبب دریافت کیا گیا ہے۔ کہ انسان اپنے مذہب سے کیوں پیار کرتا ہے اس لئے جب تک مذہب اور پیار کی نوعیت کے متعلق کچھ وضاحت نہ کر دی جائے تب تک یہ معلوم کرنا مشکل ہوگا کہ کونسا مذہب حقیقت نفس الامری کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ واقعی طور پر اس سے محبت اور پیار کرنا چاہیئے۔

اور ایسے مذہب سے پیار کرنا جو حقیقت میں محبت اور پیار کا مستحق نہیں محض ایک مغالطہ ہے جس میں انسان غلط فہمی سے مبتلا ہو جاتا ہے یا اگر ایسا نہیں تو وہ دوسروں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس یہ ضروری ہے کہ پہلے اس امر کو بیان کر دیا جائے کہ کونسا مذہب حقیقت میں پیار کا مستحق ہے۔ کیونکہ باوجود سخت سے سخت اختلافات کے یہ ناممکن ہے کہ دنیا کے سب کے سب مذاہب کُلّیۃً حق اور راستی کے اصولوں پر مبنی ہوں۔ پس ماننا پڑیگا کہ اختلاف اور تناقض کی صورت کے پائے جانے پر بعض مذاہب یا صرف ایک ہی مذہب کو حق کے اصول پر مبنی قرار دیں تو اسکے خلاف اصول رکھنے والے دوسرے سب مذاہب کو باطل اور غلطی پر سمجھا جائے۔

اب جو مذہب حق اور راستی کے اصولوں پر مبنی ہوگا وہ چونکہ علم صحیح اور عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور انسانی زندگی کے اعلیٰ مقاصد اور اغراض کو پورا کرنے کے لحاظ سے مفید اور واقعی قابل قدر ہوگا اس لئے اسکے ساتھ محبت اور پیار کرنا اور اسے اپنا پیارا مذہب قرار دینا بالکل بجا اور درست ہوگا۔ لیکن ایسے مذاہب کہ جن کے اصول حق اور راستی کے خلاف ہونگے وہ چونکہ علم صحیح کے خلاف اور عقائد صحیحہ کے مخالف تعلیم پیش کرنے والے ہونگے اور انسانی زندگی کے اغراض و مقاصد کے پورا ہونے میں بجائے ممد ہونے کے مزاحم ہونگے۔ اس لئے ایسے مذاہب سے محبت اور پیار کرنا ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی اپنی صالح اور رفیق زندگی اور مونس اور معاون بیوی کو چھوڑ کر بازاری عورت سے جو آتشک زدہ اور مجذوم بنا کر انسان کو تباہ کر دینے والی ہے محبت اور پیار کرنے لگ جائے یا تریاق کو چھوڑ کر زہر قاتل سے پیار کرنے لگے۔ جسکے کھانے سے انسان چند منٹوں میں عدم آباد کو پہنچ جاتا ہے ۔

الغرض پیار اچھی چیز ہے۔ لیکن اچھے محل اور موقع کی مناسبت کے لحاظ سے اور کامل اور مفید زندگی مذہب کے ساتھ اختیار کرنے سے۔ نہ ایسے مذہب کے پیار کرنے سے جو ہلاکت میں ڈالنے والا اور فطری استعدادوں اور قوتوں کو برباد کرنے والا ہو ۔

اب اسکے بعد طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وہ کونسا مذہب ہے کہ جو اپنی پاک اور کامل تعلیم اور مفید اور صحیح اصولوں کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ اس سے محبت اور پیار کیا جائے ۔

سو واضح ہو کہ غور کرنے سے مذہب کے دو ہی مقصد معلوم ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ایشور پوِتر اور برتر ہستی کے متعلق صحیح صحیح گیان دے اور اس کی ذات اور صفات اور اسکے افعال اور اسکے کمال اور اسکی ہر شان اور ہر مرتبۂ الوہیت میں اسے بے مثل اور بے نظیر اور واحد لاشریک پیش کرے اور اس کی عبادت اور اس کی بھگتی اور اپاسنا میں کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھیرائے اور اس کے حقوق جو بندوں پر ہیں ان کو کامل طور پر واضح کرے ۔

دوسرے یہ کہ وہ مذہب بندوں کے حقوق اور ان کی فطری استعدادوں اور قوتوں کی تربیت اور ترقی کی راہیں ایسی کامل تعلیم کے طریق پر پیش کرے کہ جس کے اختیار کرنے سے ایک طرف دنیا میں اتحاد۔ امن اور صلح قائم ہو اور دوسری طرف ذہنی قوٰی اور اخلاق و عادات کی تربیت اور اصلاح کے لئے ایسا میدان عمل پیش کرے۔ کہ جو کسی پہلو کے لحاظ سے انسان کو ناقص نامکمل اور ادھورا نہ چھوڑے ۔

میری تحقیق میں ایسا مذہب جو متذکرہ بالا تعلیم اور اصولوں کے لحاظ سے کامل اور زندہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مذہب کہلانے کا مستحق اور دنیا کے پردہ میں واقعی موجود ہے۔ اور اس قابل ہے کہ اس سے سچے دل سے اور دل کی سچی ارادت سے محبّت اور پیار کرنا چاہیئے۔ وہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔ میرا یہ دعویٰ بلا دلیل اور بغیر ثبوت کے نہیں۔ بلکہ میرے پاس اسکی تصدیق کے لئے اسقدر قوی دلائل اور زبردست ثبوت ہیں۔ کہ جن کو بالاستیعاب بیان کرنے کے لئے یہ قلیل اور بالکل قلیل اور تھوڑا وقت کسی طرح سے بھی مکتفی نہیں ہو سکتا۔ ہاں وقت کی قلت کے لحاظ سے کچھ مختصر طور پر عرض کیا جاتا ہے جسے دانہ از انبارے وقطرہ از بحارے کی مثال کے طور پر سمجھنا چاہیئے ؂

قبل اسکے کہ اسلام نے اپنی مذہبی تعلیم جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلّق پیش کی ہے۔ اسے بیان کیا جائے۔ اس امر کا بیان کر دینا خالی از فائدہ اور لطف نہ ہوگا کہ اسلام نے اپنے نام پیش کرنے میں جو خصوصیت پیش کی ہے وہ دنیا کے کسی مذہب کو حاصل نہیں اور نہ ہی وہ خصوصیت کسی مذہب کی الہامی کتاب میں پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ دنیا میں جس قدر بھی مذاہب پائے جاتے ہیں۔ ان کا نام ان کی الہامی کُتب پیش نہیں کرتیں۔ کہ ان کے مذہب کا نام انکی الہامی کتاب میں کیا رکھا گیا ہے۔ مثلاً ویدک دھرم۔ سکھ ازم۔ یہودیت۔ عیسائیت وغیرہ وغیرہ جو بھی نام کسی مذہب کی طرف منسوب کیا جائے وہ نام الہامی کتابوں میں نہیں ملتا۔ لیکن مسلمانوں کی مذہبی اور الہامی کتاب قرآن کریم میں اسلام کا نام پیش کیا ہے اور فرمایا کہ انّ الدّین عند اللہ الاسلام کہ خدا کے نزدیک وہ دین جو دستور العمل بنانے کے قابل ہے۔ وہ اسلام ہے پھر فرمایا ورضیت لکم الاسلام دیناً کہ خدا نے دنیا کے لوگوں کے لئے اسلام کا دین اور مذہب اختیار کرنا پسند فرمایا ہے۔ پھر فرمایا ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین یعنی مذہب کی حقیقت اور اصلیت کے لحاظ سے دنیا کے سب مذاہب سے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جسے قبول کرنا چاہیئے۔ اور جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو چاہتا ہے تو وہ قابل قبول نہیں ہوگا اور اسلام کی تعلیم کے خلاف چلنے والا خائب و خاسر رہیگا۔ پھر فرمایا ولہٗ اَسْلَمَ مَنْ فی السمٰوات والارض یعنی اسلام جسکے معنی ہیں قانون الٰہی کی اطاعت یہ وہ مذہب ہے جو آسمان اور زمین والوں کے لئے پیش کیا گیا ہے۔ اور خدا کی اطاعت کرنے والے اسلام سے ہی اسکے فرمانبردار ہو سکتے ہیں۔ اور مذہب اسلام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا خلاصہ اور لب لباب لفظ اسلام کے مفہوم میں اشارۃً ظاہر کر دیا گیا ہے۔ کہ اس مذہب اور دین میں جبر اور اکراہ کو بالکل دخل نہیں۔ جیسے کہ لا اکراہ فی الدّین کے ارشاد میں اسکی توضیح فرما دی اور اسلام کے عقائد اور تعلیم میں عین فطری اقتضاء کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور بتایا گیا کہ فطری مذہب وہی ہے۔ جو بطیب خاطر عقلی دلائل اور فطری اقتضاء کے رُو سے قبول کیا جائے نہ جبر اور کورانہ تقلید سے ؂

پس اس صورت میں دنیا جہان کے مذاہب کے پیروان کی طرف سے جہاں یہ سوال پیدا ہو کہ مَیں اپنے اسلام سے کیوں محبّت اور پیار کرتا ہوں اور میرا مذہب اسلام ہی مجھے کیوں پیارا ہے؟ تو مَیں اسکے جواب میں مجملاً اور مختصراً یہی عرض کرونگا۔ کہ اسلام اپنی ذاتی خوبیوں سے مزیّن اور محبوب ہونے کی وجہ سے میرا مذہب ہے اور مجھے پیارا ہے نہ کورانہ تقلید سے۔ اور آبائی مراسم کی زنجیروں میں جکڑے جانے کی وجہ سے۔ اور نہ ہی ذوقِ فاسد کے بُرے مذاق کے باعث۔ اور محبّت اور پیار کا حقیقی مستحق ایسا ہی مذہب ہو سکتا ہے جو اپنی خوبی اور راستی اور صداقت کے باعث محبوب اور پیارا ہو۔ نہ یہ کہ ذوقِ فاسد کی وجہ سے ایک جھوٹے اور غلط اصول اور غلط تعلیم کے پیش کرنے والے مذہب کو اپنا محبوب بنایا جائے جو خلافِ حقیقت اور غیر مناسب ہے ؂

اور مَیں اس بات کو ہرگز۔ تسلیم نہیں کرتا۔ کہ دنیا کا ہر ایک مذہب کلیۃً غلطیوں سے پُر اور اس کی تعلیم ہر ایک پہلو اور ہر امر و نہی کے لحاظ سے سراسر غلط ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ میرے نزدیک۔ ہر ایک مذہب میں خواہ وہ زمانہ کے حوادث سے کتنا ہی تغیّر پذیر ہو کر بگڑ چکا ہو پھر بھی کچھ نہ کچھ اس میں سچّائی ضرور ہے۔ نیز میرے مسلمات سے یہ امر ہے۔ کہ ہر ایک الہامی مذہب جو دنیا میں جڑ پکڑ گیا اور جسکے لاکھوں کروڑوں انسان پیرو نظر آتے ہیں۔ گو اس کی موجودہ ہیئت کیسی ہی بگڑ چکی ہے۔ اس کی ابتداء یقیناً پاک تعلیم اور پاک اصولوں پر قائم ہوئی تھی۔ اور اب اس کی مثال اس قلعہ یا اس باغ کی طرح ہے۔ جو شاہی مصلحت کی بنا پر وقتی طور پر مہیّا کیا گیا۔ پھر مصلحت کے پورا ہونے کے بعد اس قلعہ سے شاہی سامان اور فوجیں اور خزانے اُٹھا کر دوسری جگہ منتقل کر دیئے گئے ہوں۔ اور وہ اب خالی سنسان اور کھنڈرات کی شکل میں رہ گیا ہو اور ایسا ہی وہ باغ بھی نظر انداز ہو کر آب پاشی اور نشو و نما اور نگرانی سے محروم ہو کر ویران پڑا ہو۔ اب گو کھنڈرات کی موجودہ شکل اس بات پر تو دلالت کرتی ہے۔ کہ یہ کھنڈرات کبھی آباد اور کامل عمارت کی شکل رکھتے تھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور یہ باغ کبھی سرسبز و شاداب اور بابرگ و بار اور کامل اور محفوظ باغ تھا۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ موجودہ حالت میں کھنڈرات اور اُجڑے ہوئے باغات کو کامل اور آباد قلعہ اور کامل اور بابرگ و بار اور سرسبز و شاداب باغ کا ہمسر قرار دینا درست نہیں۔ کیونکہ حسین و جمیل انسان جو حقیقت میں محبوب ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ وہ وہی ہے جو حسن و جمال کے ہر پہلو سے حسین و جمیل ہو۔

اور ایسا انسان کہ جس کی آنکھ تو ٹھیک ہو۔ لیکن ناک کٹی ہو۔ یا ناک تو درست ہو۔ لیکن آنکھ سے کانا ہو۔ یا اس کی لب کٹی ہو یا کان کٹا ہو۔ یا پست قامت یا رنگ کی خرابی رکھتا ہو۔ گو اسکے بعض اعضاء خوبصورت اور متناسب ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن جب اسکے دوسرے بعض اعضاء میں نقص اور بگاڑ ہو گا۔ تو اس صورت میں کوئی صاحبِ نظر اور منصف مزاج ایسے شخص کو حسینوں کی صف میں شمار نہیں کریگا۔ اسی طرح بعض مذاہب میں اگر بعض خوبیاں بھی پائی جاتی ہوں تو ان کے بعض دوسرے نقائص جو خوبیوں کے خلاف ہیں وہ ان مذاہب کو کامل اور بے نقص مذہب کے ہم پہلو اور ہمدوش نہیں ہونے دینگے +

اس ضروری تمہید کے بعد اب میں مذہب اسلام کی الہامی تعلیم سے بطور نمونہ پہلے خدا تعالےٰ کے متعلق کچھ پیش کرتا ہوں۔ قرآن کریم جو خدا تعالیٰ کا الہامی صحیفہ ہے۔ اس کے شروع اور خاتمہ کو خدا تعالیٰ ہی کی شان کے اظہار اور اس کی پُرمعرفت صفات کے ذکر سے مزیّن فرمایا گیا ہے اور قرآن کے اندر بھی مختلف مقامات میں جا بجا خدا تعالیٰ کی توحید۔ تحمید۔ تمجید اور اس کی تسبیح اور تقدیس کا ذکر موجود ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی پیش کردہ تعلیم میں اپنی شان اور معرفت دو طریق پر ظاہر کی ہے۔ ایک محکمات کے طریق پر۔ دوسرے متشابہات کے طرز پر۔ چنانچہ فرمایا:۔ منه اٰیات محکمات هن ام الکتاب واخر متشابهات یعنی قرآن کریم کی آیات جو ہستی باری کے متعلق بطور دلائل کے پیش کی گئی ہیں محکمات اور متشابہات دو طرز کی ہیں +

محکمات کے طریق پر جو آیات پیش کی گئی ہیں۔ ان میں سے بطور نمونہ اور مثال کے ذیل کی آیات بھی ہیں:۔ لیس کمثله شئ۔ قل هو الله احد الله الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد۔ وقل الحمد لله الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریك فی الملك ولم یکن له ولی من الذل وکبره تکبیرا۔ قل الله خالق کل شئ و هو الواحد القهار۔ آیات کا ترجمہ بمع مفہوم و مطلب یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کی معرفت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے لحاظ سے محکم اصول یہ ہے کہ اسکے متعلق یہ اعتقاد رکھا جائے۔ کہ کوئی ایک چیز بھی ذات اور صفات اور افعال اور شانِ الوہیت کے ہر مرتبہ میں اس کی مثل اور اس جیسی نہیں اس محکم اصل کو مدِ نظر رکھ کر اسکی نسبت یوں کہنا چاہیئے کہ وہ ذات جسے اسلامی اصطلاح میں اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے وہ احد ہے یعنی ایک اور صرف ایک ہے مرتبہ ذات میں اور صمد ہے یعنی ایک ہے مرتبۂ صفات میں۔ اور لم یلد ولم یولد ہے یعنی ایک ہے مرتبۂ یکتائی میں۔ جو باپ بیٹے اور حسب و نسب اور تقسیم اور انقسام کی حالات سے بالاتر ہے اور لم یکن له کفوا ہے یعنی ایک ہے مرتبۂ یگانگت میں جو کفو اور کنبہ اور جنس اور نوع کی کیفیات سے بالاتر ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ اس کی ہستی صفت تسبیح و تقدیس اور تنزیہ سے متصف اور بے مثل و بے مثال اور کائنات کے ہر کوئی وجود سے نرالی بالکل نرالی ہے۔ پھر فرمایا کہدو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ امر حمد اور خوبی میں داخل ہے کہ وہ بیٹے اور شریک اور کسی معاون اور مددگار کی ضرورت سے بالکل پاک اور بالاترین ہستی ہے۔ کیونکہ اولاد اور بیٹوں کی ضرورت فانیوں کے لئے ہوتی ہے۔ کہ وہ مرینگے۔ تو اُن کی جابجا ان کے بیٹے قائم مقامی کرینگے۔ اور شریک و مددگار کی ضرورت کمزوریوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ کہ ان کی وجہ سے کمزوریاں دُور ہوں اور کاموں کی تکمیل ہوسکے اور یہ امور سب نقائص پر دلالت کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو منزّہ پیش کیا گیا۔ پھر فرمایا کہدو اللہ وہ ہستی ہے جو ہر ایک شئے کی خالق ہے۔ خواہ وہ ارواح ہوں۔ خواہ وہ پرکرتی کے ذرّات۔ دلیل اس پر یہ پیش کی۔ کہ وہ الواحد القہار ہے۔ اس کا الواحد ہونا۔ اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ اس کی ہر صفت اور ہر فعل میں اس کا کوئی شریک نہ ہو نہ ازلی ہونے میں نہ ابدی ہونے میں۔ اور نہ ہی غیر مخلوق ہونے میں اور اس کا القہار ہونا اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ مغلوب اور زیر اثر نہ ہو۔ بلکہ غالب اور مؤثر ہو۔ اور پھر غالب اور مؤثر ہونے کی شان میں اس کا کوئی شریک نہ ہو۔ یعنی مکان اور زمان کی قیود و حدود اور ذات و صفات اور افعال اور قویٰ اور حواس کی حدبندیوں سے آزاد اور بالاتر ہستی ہو۔ اور ہر ایک چیز کی حدبست کے لحاظ سے اس کا قہار و غالب اور مؤثر ہونا ثابت ہوتا ہو +

اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق بطور نمونہ کے یہ مختصر تعلیم قرآن سے بصورت محکمات بیان کی گئی ہے +

اب کچھ بطور متشابہات کے عرض کیا جاتا ہے:۔

الحمد للہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین (۲) ھو السمیع البصیر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۳) فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ (۴) الیس اللہ باحکم الحاکمین (۵) الی ربک منتھٰھا۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ کی ان صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کا نمونہ بطور تشابہ کے مخلوق میں بھی نظر آتا ہے۔ مثلاً خدا تعالیٰ ربّ ہے۔ تو ربوبیّت کے لحاظ سے دنیا میں بھی ہر ایک چیز تمدّنی اور معاشرتی مفاد کے رُو سے بصورت تعاون ایک دوسرے کی مدد کے لئے ربوبیّت کا ذریعہ بن رہی ہے۔ اور ایک دوسرے کی زندگی کے قیام اور بقا کا باعث ہو رہی ہے۔ اور عناصر کو اسی بنا پر ربّ النوع بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح رحمان اور رحیم کی صفت کا فیض جو رحم کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ تو اس کا نمونہ بھی مخلوق میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرابت کی وجہ سے رشتہ داروں میں خواہ وہ انسان کی قسم سے ہوں۔ خواہ حیوانات کی قسم سے سب میں بوجہ تعلق قرابت رحم اور رحمت کا نمونہ پایا جاتا ہے۔ اسی طرح مالک یوم الدین کی صفت کہ دنیا میں مخلوق قہری ہے مالک کی صفت کا نمونہ پایا جاتا ہے۔ جس سے کسی کو بھی انکار نہیں ایسا ہی صفت سمیع بصیر اور خالق اور حاکم کا۔ کہ خدا بھی سمیع بصیر ہے۔ اور مخلوق بھی۔ اور مخلوق میں سے بھی خالق اور حاکم ہیں۔ اور خدا بھی خالق اور حاکم ہے۔ لیکن باوجود ان صفات متشابہ کے یہ سب صفات لیس کمثلہ شیئٌ کے محکم اصول کی اتباع میں۔ پھر توحید الٰہی کے دائرہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور وہی لیس کمثلہ شیئٌ کی شان ان میں بھی جلوہ گر نظر آتی ہے۔ مثلاً ہر ایک صفت باوجود متشابہ ہونے کے اپنے اندر بعض ایسی خصوصیات رکھتی ہے کہ مخلوق کی صفات سے بالکل ممتاز اور نرالی شان میں نظر آتی ہے +

مثال کے طور پر انہی صفات متذکرہ کو لو مثلاً سمیع بصیر اور خالق کی صفت ہے ان میں تشابہ ہے کہ انسان وغیرہ حیوانات بھی سُنتے اور دیکھتے ہیں اور صنعتیں طیار کرتے ہیں۔ لیکن جب ہم غور کرتے ہیں۔ تو انسان کو سُننے کے لئے ایک تو عضو کی ضرورت ہے۔ جسے کان کہتے ہیں۔ جو جسم انسانی کے ایک محل مخصوص میں جگہ رکھتا ہے۔ پھر اسکی ہیئت کذائی مع اپنے لوازمات کے پھر اسکے لئے خارج میں ہوا کی بھی ضرورت ہے اسی طرح دیکھنے کے لئے آنکھ کے عضو اور اسکے ساتھ پردوں کی ضرورت۔ اور پھر خارجی روشنی کی ضرورت۔ پھر باوجود ان سب باتوں کے سُننا اور دیکھنا محدود ہے اور دیکھنے میں اگر آگے دیوار یا کوئی پردہ حائل ہو جائے یا اندھیرا ہو جائے تو دیکھنا موقوف ہو جاتا ہے اور آنکھ کام نہیں کر سکتی۔ لیکن خدا تعالیٰ انسان کی طرح سُننے اور دیکھنے کے لئے کسی کان اور آنکھ اور خارجی ہوا اور خارجی روشنی کا محتاج نہیں۔ اور ظاہری اسباب کی امداد سے بے نیاز ہے اسی طرح

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انسان اپنی صنعتوں کے لیئے مادی اسباب کو عمل میں لانے کا محتاج ہے۔ اور ان کی امداد کا حاجتمند لیکن خدا تعالیٰ جہان کو اور خلق کی ہر نوع اور ہر فرد اور ہر رُوح اور ذرہ کو پیدا کرنے میں انسان کی طرح مادی اسباب کا محتاج نہیں۔ اور جس طرح وہ ہاتھوں کے سوا اور علت آلی کے سوا محض قدرت سے چیز کو وجود میں لاتا ہے اسی طرح سلسلۂ اسباب اور سلسلۂ کائنات کی انتہا اسکی سامرتھ یعنی قدرت پر ہوتی ہے انہی معنوں میں اس نے فرمایا الیٰ ربک منتھہا کہ سب سلسلوں اور اسباب کا خاتمہ خدا تعالیٰ تک جا پہنچا ہے۔ اور آخری سبب اور آخری علت وہی ہے۔ اور احسن الخالقین اور احکم الحاکمین میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا کہ گو خلق اور صنعت اور حکومت کا نمونہ مخلوق میں بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن خدا کا خالق ہونا بوجہ اسکے کہ وہ مخلوق کی طرح کسی چیز کے پیدا کرنے میں مادی اسباب کا محتاج نہیں احسن الخالقین ہے۔ اور بوجہ اسکے کہ اسکی حکومت سب مخلوق کے حاکموں سے بڑھکر اور وسیع الاثر ہے وہ سب حاکموں سے بڑھکر حاکم ہے۔ جیسے کہ اسکی ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور مالکیت وغیرہ صفات کی شان سب مظاہر سے بلحاظ وسعت اور قوّت بڑھکر ہے ؛

خدا نے اپنی متشابہ صفات کے ذریعہ انسان پر اپنی ہستی کا دروازۂ معرفت کھولا ہے ورنہ وہ جو مطلقاً اس کی بے کیفت اور غیر مدرک ذات پر دلالت کرتے ہیں۔ ان کے ذریعہ انسان اس کی معرفت حاصل کرنے سے قاصر تھا۔ مثلاً اس کی یہ صفت کہ وہ واحد اور احد اور بے مثل ہے۔ ایسی صفات کے ذریعہ انسان اس تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جب تک کہ انسان کو ایسی صفات کا علم نہ دیا جاتا جو دھیہ دھیہ کئی رنگوں میں انسان کی معرفت کی تکمیل کا ذریعہ بنتیں ؛

اسی معرفت کا نتیجہ ہے کہ انسان کو کامل مذہب اپنی کامل تعلیم کے ذریعہ دنیا جہان کی کائنات سے آگے سے آگے گذارتا ہوا خدا تعالیٰ کے اور صرف اسی کے حضور کھڑا کر کے ایاک نعبد وایاک نستعین مُنہ سے نکلواتا ہے۔ کہ اے عالمین اور سب کائنات کے آئینہ وجود میں اپنی ربوبیت رحمانیت رحیمیت اور مالکیت کی شان کا جلوہ دکھانے والے خدا ہم تیری اور صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں ؛

اور ناقص مذہب اپنی ناقص تعلیم کے ذریعہ انسان کی نظر اور نگہ کو صرف عالم اسباب تک ہی محدود رکھتا ہے اور اسی نقص کی وجہ سے وہ کبھی اجرام سماویہ کی پرستش کے لئے جھکتا ہے اور کبھی بشر اور شجر اور حجر کی پرستش کے لیئے اور کبھی دیویوں کی پوجا کرتا ہے اور کبھی دیوتاؤں کی اور کبھی اگنی کی عبادت کر رہا ہے اور کبھی جل کی۔ اور کہیں ایران میں اہرمن اور یزدان دو معبودوں کا عابد بن رہا ہے اور کہیں عیسائیت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے اندر تثلیث کا پرچار ہو رہا ہے اور کہیں روح اور مادہ کو خدا کی شان ازلی اور ابدی اور غیر مخلوق ہونے میں شریک قرار دے رہا ہے۔ لیکن اسلام اور صرف اسلام ہی ہے کہ عالم کائنات کے حجابوں سے انسانوں کی نگاہ معرفت کو تیزی دُور بینی کا نور بخشتے ہوئے آگے سے آگے کھینچکر لے گیا اور اس مقام پر پہنچایا کہ جہاں ھو اللہ احد کے سوا کچھ نہ تھا +

پھر بعض مذاہب نے خدا تعالیٰ کو بعض صفات سے محروم کر دیا تھا۔ مثلاً یہ کہ وہ خالق ارواح و ذرات نہیں وہ گناہ نہیں بخشتا یعنی وہ غفار اور تواب نہیں عفو نہیں۔ سو اسلام نے اپنی تعلیم میں خدا تعالیٰ کو ان سب پاک اور پیاری اور کامل صفاتِ افاضہ سے متصف بیان کیا۔ اور بے مثل اور ہر طرح کا فیاض پیش کیا +

پس کامل توحید اور خدا تعالیٰ کی کامل ہستی اور بے مثل ہستی کو پیش کرنے والا مذہب اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔ اور اسلامی تعلیم کا مطالبہ انسان سے خدا تعالیٰ کے لئے ہی ہے۔ کہ وہ خدا کو واحد لاشریک اعتقاد کرکے اپنا من تن اور دھن اور اپنا جو کچھ بھی ہے۔ سب کچھ خدا پر نثار کر دے اور سارے دل اور ساری محبت اور کامل اخلاص کے ساتھ خدا کا اور صرف خدا کا ہی ہو جائے اور اپنے نفس کی ہوا کی جگہ رضائے مولیٰ کو اختیار کرلے۔ یہی اسلام اور عین اسلام ہے۔ ؎

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا ❊ ترک رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

پھر اسلام کی تعلیم چونکہ امی اور عالم ہر گروہ کے لئے تھی۔ اس لئے خدا کی توحید کا مسئلہ عام فہم طریق تمدنی طور پر بھی پیش کیا ہے۔ مثلاً مردوں کو یہ تعلیم دی کہ فاذکروا اللّٰہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا۔ کہ تم اللہ کو واحد لاشریک مانو۔ جیسے سب رشتوں سے باپ کے رشتہ کو ایک ہی مانا کرتے ہو۔ کیونکہ کوئی انسان پسند نہیں کرتا کہ اسکے باپ کے ساتھ کوئی شریک ٹھیرایا جائے۔ کیونکہ اس سے اسپر اور اسکی والدہ پر زد پڑتی ہے۔ اور اس سے وہ ولد الحرام اور اس کی والدہ زانیہ ٹھیرتی ہے جو مقام غیرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کو جب یہ کہا جائے کہ یہ باپ کے علاوہ فلاں شخص کا بھی بیٹا ہے۔ تو وہ اس بات کو گالی سمجھ کر جوش غیرت میں آجاتا ہے۔ اور بہت سخت برا مناتا ہے تو انسان اپنے باپ کا موحد ہے یعنی اس کی توحید کا معتقد اور باپ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھیرانے میں غیرت دکھاتا ہے اسی بنا پر انسان کے قلبی احساس کو توجہ دلاتی ہے کہ جس طرح وہ باپ کو ایک اور واحد لاشریک مانتا ہے اسی طرح اپنے خدا کو بھی واحد لاشریک ہی مانے +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عورتوں کے لئے تمدن سے توحید کی تعلیم عام فہم طریق پر اس طرح سے دی کہ الزانی لاینکح الا زانیة او مشرکة کہ خدا کے ساتھ شرک کرنے والی عورت ایسی ہی ہے جیسے خاوند کی موجودگی میں غیر مرد سے زنا کرنے والی عورت تو جس طرح کوئی بھی سلیم الفطرت اور شریف انسان اور مہذب طبع آدمی پسند نہیں کرتا کہ اس کی موجودگی میں اس کی عورت غیر مرد سے منہ کالا کرے اور ناجائز تعلق رکھے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ عورت کا خاوند ایک ہی ہو اور خاوند کے سوا اور کوئی مرد اس کی عورت سے زوجیت کا تعلق رکھنے والا نہ ہو اسی طرح خدا تعالیٰ اس آیت میں اشارۃ النص کے طور پر توجہ دلاتا ہے۔ جسطرح عورت کا خاوند ایک ہے اسی طرح عورت اپنا خدا بھی ایک ہی جانے اور جس طرح اس کا خاوند اسکے ساتھ غیر کو شریک قرار دینا پسند نہیں کرتا بلکہ سخت معیوب قرار دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ ان الشرک لظلم عظیم کہ شرک کا گناہ بہت بڑا ظلم ہے۔ پھر فرمایا کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء۔ یعنی شرک کے سوا دوسری غلطیاں اور گناہ خدا چاہے تو معاف ہو سکتے ہیں۔ لیکن شرک کا گناہ خدا نہیں بخشیگا اور شرک کا نہ بخشنا یہ وہ مسئلہ ہے جو انسانی فطرت سے لیا گیا ہے کیونکہ کوئی شریف اور باغیرت انسان اپنی بیوی کو غیر مرد کے ساتھ زنا کی بدی میں مبتلا پا کر پھر اس سے تعلق نہیں رکھ سکتا اور بوجہ غیرت اسے اپنے سے الگ کر دیگا۔ ہاں دوسری غلطیاں بارہا بار معاف کر بھی سکتا ہے۔ لیکن زنا کی بدی جو خاوند کا شرک ہے اسے کوئی غیرت مند انسان نہیں بخش سکتا۔ پس اس طرح کی تعلیم کہ توحید کو عام فہم طریق پر تمدن سے پیش کیا صرف اسلام سے ہی مخصوص ہے ؂

پھر توحید کے فوائد اور شرک کے نقصانات بیان کر کے انسان کو معقول طور پر سمجھایا کہ انسان کی بڑائی اور بزرگی اور اس کا اشرف المخلوق ہونے کا مرتبہ توحید کے اعتقاد میں ہی ہے۔ اور شرک سے انسان قعر ذلت میں جا گرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ من یشرک باللہ فکانما خر من السماء کہ جو شخص خدا کے ساتھ شرک کرے تو وہ شرک کے نقصانات کی وجہ سے یوں سمجھے کہ گویا بہت بلندی سے گرا جو اونچے سے اونچے آسمان سے تعبیر ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انسان اس لحاظ سے کہ سب ارضی سماوی کائنات اس کی تربیت اور پرورش کے لئے معاون اور خادم بنائی ہے۔ جیسے کہ قرآن کریم میں دوسرے مقام میں و سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ فرمایا۔ کیونکہ انسان کے لئے تحت الثریٰ سے لیکر اوپر کی بلندی تک جو انتہائی بلندی ہے سب خادم ہی بنائے گئے اور مخدوم کا مقام خادموں سے اوپر ہوتا ہے اس لئے یاد کرنا پڑا کہ مرتبہ کے لحاظ سے انسان کا نام سب بلندیوں سے اوپر ہے۔ اب جبکہ انسان کو سب کائنات کا مخدوم اور سب سے اشرف بنایا گیا۔ تو جب بھی کسی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چیز کو خدا کے ساتھ شریک ٹھیرائیگا۔ تو انہی خدام سے ٹھیرائیگا۔ تو اس سے انسان بہت بلندی سے گر یگا۔ جو اس کی مخدومانہ شان کی بلندی ہے۔ اور جس خادم کو خدا کے ساتھ شریک ٹھیرائیگا جب وہ خادم اپنے مخدوم کی برابری نہیں کر سکتا۔ تو مخدوم کے معبود کی برابری کیسے کر سکتا ہے۔ اور جس طرح ایک کمشنر کو تحصیلدار کے ماتحت کرنے سے اس کی ہتک اور ذلت ہے۔ اسی طرح انسان کا مخدوم ہو کر کسی خادم کو معبود بنانے سے ایسی ذلت اور پستی میں گرتا ہے کہ گویا سب سے اونچے آسمان کی بلندی سے نیچے گرا۔ یہ وہ بات ہے کہ جسکے علم ہو جاتے کے بعد انسان کائنات کو اپنا خادم جانتے ہوئے کسی کو بھی معبود بنانے کے لئے طیار نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری طرف کائنات کو اپنا خادم سمجھنے سے جو علو ہمت اور بلند حوصلگی اسکے قلب میں پیدا ہو سکتی ہے اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ پس اسلام نے جو احسان اس پر معرفت تعلیم کے ذریعہ سے انسان پر کیا ہے۔ اور کسی مذہب نے نہیں کیا اور ہرگز نہیں کیا۔ پس ان خوبیوں کے لحاظ سے مذہب اسلام مجھے پیارا کیوں نہ ہو ؂

اسلام کا دوسرا مقصد حقوق العباد کے متعلق

اسلام کی تعلیم حقوق العباد اور لوگوں میں اتحاد اور امن و آشتی اور صلح کے متعلق بھی ایسی ہے کہ اس کی نظیر دوسرے مذاہب سے نہیں ملتی۔ اس کا مختصر نمونہ ذیل میں عرض کیا جاتا ہے۔ دنیا میں مذہب ہر ایک اہل مذہب کے لئے بہت پیاری چیز ہے۔ بسا اوقات انسان اپنے مذہب اور اپنے پیشوائے مذہب کی خاطر اپنی جان و مال اور اپنے خویش و اقارب اور اپنی عزت اپنے آرام اور اپنے وطن کو قربان کر دیتا ہے۔ لیکن اپنے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتا اور نہ ہی اس کی ہتک اور توہین کسی کی زبان سے سُنتا گوارا کر سکتا ہے۔ پس ایسا مذہب جو ایسی تعلیم پیش کرے کہ جس سے دوسرے مذاہب کی ہتک اور توہین کو روا رکھا جائے۔ یقیناً ایسا مذہب اپنی مفسدانہ تعلیم سے ایک فتنہ اور فساد کی آگ بھڑکاتا ہے۔ جس سے دنیا کے خرمن امن کو جلا کر خاکستر بنا دینا اس کا مقصد معلوم ہوتا ہے۔ ایسا مذہب کسی شریف اور پاکیزہ فطرت انسان کا پیارا اور محبوب نہیں ہو سکتا۔ ہاں ایسا مذہب جو یہ تعلیم دے کہ ہر ایک مذہب کے پیشوا اور ہادی کی عزت اور احترام کرو اور اسے واجب التعظیم سمجھو۔ اور تعلیم میں اس وسعت کو پیش کرے کہ جس طرح ضرورت اور حکمت کے ماتحت خدا تعالیٰ نے اس کی قوم میں اور اسکے ملک میں خدا کے نبی اور رسول اور ہادی مصلح یا پرافٹ اور رشی منی اور اوتار بھیجے ایسے ہی دوسرے ملکوں اور دوسری قوموں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے بھی اس نے پیشوا بھیجے تو اس میں کونسا حرج ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دنیا میں اس طرح کی تعلیم سے لاریب امن اور محبت اور صلح پیدا ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ مذہب اسلام نے یہ پاک تعلیم پیش کی کہ جس طرح خدا کی بارش اور خدا کا سورج اور روشنی اور خدا کی ہوا سب قوموں اور ملکوں کے لئے ہے ویسے اس کی ہدایت کا نور بھی سب قوموں اور ملکوں کے لئے نازل ہوا چنانچہ فرمایا لکل امۃ رسول - اور ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر یعنی ہر ایک امت کیلئے کوئی نہ کوئی رسول ضرور بھیجا گیا۔ اور ایسی کوئی اُمّت دنیا میں نہیں پائی جاتی جس میں خدا کی طرف سے کوئی نبی اور رسول نہ آیا ہو ؎

پھر قرآنی تعلیم میں یہ تعلیم دی کل اٰمن باللّٰہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ لا نفرق بین احد من رسلہ ۔ یعنی سب مومن اسی صورت میں مومن کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں کہ وہ خدا پر اور اسکے فرشتوں پر اور خدا کی سب کتابوں پر ایمان لائیں اور ایسا ہی اسکے سب رسولوں پر بلا تفریق ایمان لائیں۔ خواہ قوم یہود کا رسول موسیٰؑ اور داؤدؑ اور سلیمانؑ ہو اور خواہ عیسائیوں کا رسول عیسیٰؑ ہو اور خواہ قوم ہنود کا برہما اوتار اور کرشنؑ اور رام چندرؑ ہو۔ سب کے سب رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانے والا ہو ؎

اب بتاؤ اسلام کی یہ تعلیم کہ دنیا کے سب مذہبوں اور قوموں کے پیشواؤں کو مانو اور انکی عزت اور تعظیم کرو۔ کسقدر محمد امن اصول ہے۔ پس اسلام اپنے ان پیارے اصولوں اور اپنی پیاری تعلیم کی وجہ سے کیوں مجھے پیارا نہ ہو ؎

پھر اسلام اپنی تعلیم میں مرد کے حقوق کے بالمقابل عورت کے حقوق بھی قائم کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ ولھن مثل الذی علیھن کہ جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں ویسے ہی عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر ہیں۔ پھر جس طرح وراثت میں مردوں کا حصّہ مقرر کیا ہے ویسا ہی عورتوں کا بھی کیا ہے۔ اور چونکہ نیوگ کا مسئلہ مخرب اخلاق اور انسانی شرافت اور انسانی فطرت پر بلحاظ تہذیب اور شرافت اور فطری احساسات کے بتقاضائے غیرت ایک ناقابل برداشت بوجھ تھا۔ اسلئے قرآن نے محصنٰت غیر مسافحٰت کا ارشاد فرما کر تعلیم پیش کی عورت مرد نکاح کے ذریعہ تو بیشک مرد شوئی کا تعلق پیدا کریں۔ لیکن نیوگ کی صورت میں عورت اپنے خاوند کی موجودگی میں غیر مرد سے تعلق ہمبستری کرنے سے بچے اور مجتنب رہے۔ کیونکہ یہ بھی بدی اور زنا کی ایک قسم ہے ؎

اور پھر جس طرح بعض مجبوریوں کی وجہ سے اسلام اپنی تعلیم میں مردوں کو طلاق کی اجازت دیتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ویسے ہی عورتوں کو خلع کرانے کی اجازت دیتا ہے +

اور قومی ترقی نسلی ترقی اور نسوانی کثرت اور بعض بیوگاں جو جوانی کی حالت میں بیوہ ہو چکی ہوں اور ان کو مقابلۃً انفرادی صورت میں جوڑا نہ مل سکے تو ایسی صورتیں کثرت ازدواج کی بھی تعلیم پیش کی تا وہ ضرورتیں جو کثرت ازدواج سے پوری ہو سکیں ان کا تدارک کیا جاسکے اور وہ بھی بصورت عدل و انصاف کے ملحوظ رکھنے کی شرط سے مشروط کر دیا گیا۔ اور اگر عدل نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں کثرت ازدواج کو منع کر دیا۔ پس کیا ایسا مذہب کہ جس کی تعلیم انسانی فطرت اور انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے متکفل ہو۔ وہ میرا محبوب اور پیارا کیوں نہ ہو +

پُلِ صراط کی حقیقت

ہمیشہ سے علماء ظواہر اور کم فہم لوگ راستبازوں اور خدا رسیدہ لوگوں کی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ اس زمانہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے مخالف ہی نظر آتے ہیں۔ بالخصوص باریک اور پیچیدہ مسائل میں جن میں ان کو سمجھنے کی توفیق نہیں ملتی۔ بیشک یہ لوگ ایک راستباز کی مخالفت اور مقابلہ کرنے میں غلطی پر ہیں۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اُن خداداد طاقتوں اور روحانی انعامات سے جن سے اسرار حق منکشف ہوتے اور کتاب اللہ کے حقائق و معارف کے خزانے کھولے جاتے ہیں بالکل بے بہرہ اور محروم ہیں تو ہمیں سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ ایک لحاظ سے معذور بھی ہیں۔ ہاں باوجود معذور ہونے کے چونکہ وہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی کو اُتارنے کے لئے ایک لحظہ کے لئے بھی آمادہ نہیں ہوتے۔ اس لئے ہم ان کے ہاتھوں سے "صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ" کے داغ کو دُور نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ وہ ایک طرف سے معذور ہیں۔ ہم بھی ان کو اس حالت میں چھوڑنے پر مجبور ہیں +

ان باتوں میں سے جن میں عام لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بے جا مخالفت اور ضد کرتے ہیں ایک تو حشر و نشر کا مسئلہ ہے جس میں جنّت اور اسکے سارے انعامات۔ دوزخ اور اس کے ہر قسم کے عذاب۔ نیز پُل صراط وغیرہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔ جنّت کی حقیقت اور دوزخ کے اسرار جس بصیرت اور وضاحت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بیان کیئے ہیں۔ ان سے پہلے کسی ولی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا مجدد یا امام نے بیان نہیں کیئے۔ ان کے متعلق آپؑ کے چند الفاظ بطور نمونہ ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں۔ آپؑ "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں فرماتے ہیں:۔ کہ

"اسلامی بہشت کی یہی حقیقت ہے کہ وہ اِس دنیا کے ایمان اور عمل کا ایک ظِل ہے۔ وہ کوئی نئی چیز نہیں جو باہر سے آکر انسان کو ملیگی بلکہ انسان کی بہشت انسان کے اندر ہی سے نکلتی ہے۔ اور ہر ایک کی بہشت اس کا ایمان اور اس کے اعمال صالحہ ہیں جن کی اس دنیا میں لذت شروع ہو جاتی ہے۔ اور پوشیدہ طور پر ایمان اور اعمال کے باغ نظر آتے ہیں۔ اور نہریں بھی دکھائی دیتی ہیں لیکن عالم آخرت میں یہی باغ کھلے طور پر محسوس ہونگے۔"

نیز سرمہ چشم آریہ میں فرماتے ہیں:۔

"ایسا ہی قرآن شریف میں بیسیوں مقامات میں اس بات کا ذکر پایا جاتا ہے کہ عالم آخرت میں جو جسمانی طور پر لذات بہشتیوں کو دی جائیگی۔ حقیقت میں وہ سب روحانی لذات کے اظلال و آثار ہونگے۔"

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ان باتوں کو خوب مدلّل اور مبرھن کر کے اپنی مختلف کتابوں میں بہت وضاحت اور بسط کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ لیکن افسوس کہ اُن کم فہم اور کوتاہ نظر لوگوں نے ایسے بے بہا اور انمول حقائق و معارف کو الحاد اور کفر کی طرف منسوب کیا ہے۔ ہاں یہ بھی کوئی جائے افسوس نہیں ہے بلکہ یہ آپؑ کی صداقت کی لاجواب دلیل ہے جیسا کہ شروع سے آپؑ کے متعلق مکتوبات امام ربّانی جلد ۲ صفحہ ۵۵ وغیرہ میں یہ پیشگوئی موجود ہے۔ کہ:۔

"نزدیک است کہ علماء ظواہر مجتہدات او را علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسّلام از کمال دقت و غموض مأخذ انکار نمایند و مخالف کتاب و سُنّت دانند"۔ پس ضروری تھا کہ ایسا ہی واقع ہو۔

ہاں جہاں کہ عوام ان باتوں کے منکر اور انہیں باطل قرار دیتے ہیں وہاں ایک اور سمجھدار طبقہ بھی موجود ہے جو کہ ان بے نظیر نکات اور بے مثال معارف کو تسلیم کرتا اور ان کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ ایک بڑا علامہ شیخ یوسف نصر دجوی از ہر کا ایک مدرس اپنی کتاب "رسالۃ فی تفسیر قولہ تعالیٰ لا یسئل عما یفعل بغیر ما فسرہ المفسرون" کے صفحہ ۲۲-۲۴ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"مکارم الاخلاق اوساط بین الافراط و التفریط فمتی جاوزت نقطۃ الوسط فقد جاوزت الفضیلۃ۔ فالشجاعۃ مثلاً وسط بین الجبن الذی ھو تفریط والتھور الذی ھو افراط۔ والسخاء وسط بین البخل الذی ھو تفریط

Digitized by Khilafat Library Rabwah

والتبذير الذي هو افراط - فاياك والزيادة فيما تظنه فضيلة فتقع في الرذيلة ..... وكان نقطة الوسط التي نوّهنا عنها هي الصراط المستقيم الذي امرنا تعالىٰ بطلب الهداية اليه (اهدنا الصّراط المستقيم صراط الذي انعمت عليهم) - ولا بد ان تكون قد سمعت ان الصراط ارقّ من الشعرة واحدّ من السيف - ولعلك كنت تستغرب ذٰلك وتصدق به تقليدًا من غير ان تفهم له معنى ولا تذوق له سرًّا - فاعلم ان نقطة الوسط عسرة جدا ولا يمكنك ان تقف عندها الا اذا رزقت المعونة ومنحت التابيد - فلا يكاد يهتدى اليها ويصبر عليها الا الانبياء والمرسلون وكمّل الرجال من ورثتهم (وقليل ما هم) فحقًّا هي ارق من الشعرة واحدّ من السيف"

یعنی اخلاق فاضلہ افراط و تفریط کے وسط (درمیانی نقطہ) کا نام ہے۔ پس جس وقت تم درمیانی نقطہ سے ذرہ بھر بھی آگے نکل گئے تو یقیناً تم فضیلت کی حد سے تجاوز کر گئے۔ مثلاً بہادری۔ یہ بزدلی (جوکہ تفریط ہے) اور تہوّر (جوکہ افراط ہے) کا ایک درمیانی نقطہ ہے۔ اسی طرح سخاوت بھی بخل (جوکہ تفریط ہے) اور اسراف (جوکہ افراط ہے) کا درمیانی نقطہ ہے۔ پس تم زیادتی سے بچو تاکہ ذلّت کے گڑھے میں نہ پڑو ..... اور گویا کہ وہ درمیانی نقطہ جو ہم ابھی بیان کر آئے ہیں وہ وہ صراط مستقیم ہے جس کی طرف ہدایت طلب کرنے کا حکم خدا تعالیٰ نے ستّر دفعہ دن رات میں فرض کے طور دیا ہے۔ یعنی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ اور تم نے ضرور سُنا ہوگا کہ پل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ اور شاید کہ تم اس بات کو بہت عجیب و غریب سمجھتے ہوگے اور تم نے اس کی محض تقلید کے طور پر تصدیق کی ہوگی بغیر اسکے کہ تم نے اسکے کوئی معنی سمجھے ہوں یا اسکے کسی بھید کا مزہ چکھا ہو۔ پس اب جان لو کہ درمیانی نقطہ واقعہ میں ایک مشکل امر ہے اور تمھارے لئے ممکن نہیں کہ تم ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس پر ٹھیر سکو۔ ہاں اسوقت ٹھیر سکتے ہو جبکہ مدد اور تائید تمھارے شامل حال ہو۔ پس سوائے انبیاء اور رسولوں اور ان کے وارثوں میں سے کامل لوگوں کے شاید ہی کوئی اس تک راہ پا سکے اور اس پر صبر کر سکے۔ اور ایسے لوگ بہت ہی قلیل ہیں۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ یہ راہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوتی ہے ؛

پھر آگے چلکر آخرت کے حالات کو اور زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

"وكانه اختلج في صدرك الى انكر الصراط الحسي الاخروى واقتصر على

Digitized by Khilafat Library Rabwah

هٰذا الصراط المعنوی۔ فمهلاً ایها المتسرع فانی اول یصدق بامور الاٰخرة وما جاء فیها علیٰ ما تقتضیه الظواهر و اعلم لها من الاسرار والتوجیهات ما یروق المؤمن البصیر عند ما یطلع علیه۔ واحب منك الآن ان تصدق معی بان الصراط الاخروی علیٰ ما سمعت وتعلم ان کل شیئ تراه فی الاٰخرة انما یمثل ما کان من احوالك واعمالك واوصافك فی الدنیا۔ وقد سبق لك ان الروح متی قوی سلطانها خفیت مقتضیات الاجسام ومتی قوی سلطانها ظهرت مقتضیاتها وخفیت مقتضیات الارواح کما فی الدنیا۔ فاذا سیرك بسرعة او بطء علیٰ ذلك الصراط هناك یمثل سیرك هنا علیٰ صراط الوسط فی کل شیئ الذی هو ادق من الشعرة واحد من السیف۔ وذلك الصراط یمثل هٰذا الصراط۔ ومتی قدرت علیٰ ان تسیر علیه هنا امکنك ان تسیر علیه هناك والعکس بالعکس۔ وعلیٰ قدر حالتك علیه الیوم یکون حالك غداً۔ حتیٰ اذا کنت من المسارعین الی الخیرات السابقین فی الفضائل والکمالات کنت هنالك طائراً لا ساعیاً الخ۔"

یعنی مذکورہ بالا باتوں سے شاید تمھارے دل میں یہ خلجان پیدا ہو کہ گویا میں اس پُل صراط کا منکر ہوں جو کہ قیامت کے دن حسّی طور پر نظر آئے گی اور گویا کہ میں نے اس پُل صراط کو اس معنوی پُل صراط پر منحصر کیا ہے جس کا ذکر ابھی آیا ہے۔ پس ذرا صبر کرو اے جلد باز!! یقیناً میں اُن لوگوں میں سے پہلا شخص ہوں جو امور اخرویہ پر یقین کرتے ہیں اور میں ان تمام باتوں پر جو آخرت کے بارہ میں آئی ہیں اسی طرح ایمان لاتا ہوں جس طرح کہ ظاہر (آیات و احادیث) کا منشاء ہے اور میں ان باتوں کے اسرار اور توجیہات کو خوب جانتا ہوں کہ اگر بصیرت والا مومن ان پر اطلاع پائے تو ضرور وہ خوش اور مسرور ہوگا۔ اور اب میں تم سے یہ خواہش کرتا ہوں کہ تم میرے ساتھ اس بات کی تصدیق کرو کہ پُل صراط ویسا ہے جیسا کہ تم نے سُنا اور یہ کہ تم جان لو کہ ہر ایک وہ چیز جس کو تم آخرت کے دن دیکھو گے وہ صرف تمھارے اُن حالات اور اعمال اور صفات کی تمثیل ہوگی جو کہ دنیا میں تھے اور تمھیں اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ رُوح کا تسلّط جب قوی اور مضبوط ہو جاتا ہے تو اجسام کے تقاضے مخفی ہو جاتے ہیں۔ پس اس وقت رُوح کا ہی حکم رہ جاتا ہے۔ اور یہی حالت آخرت میں ہوگی جس طرح کہ دنیا میں اجسام کا تسلّط جب قوی ہو جاتا ہے تو اس کے تقاضے ظاہر۔ اور رُوح کے مخفی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو جاتے ہیں۔ پس آخرت کے دن تمھارا وہاں (پل صراط) پر جلدی یا آہستہ سے چلنا تمھارے اس جگہ (دنیا) کے چلنے کی تمثیل ہوگی۔ یعنی تمھاری ہر ایک بات میں میانہ روی کے پل صراط پر چلنے کی۔ جو کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ اور وہ پل صراط اس پل صراط کی تمثیل ہوگی۔ سو اگر تمھیں اس جگہ پل صراط پر چلنے کی طاقت مل گئی تو یقیناً اُس پل صراط پر چلنے کی قدرت بھی تمھیں حاصل ہو جائیگی۔ ورنہ نہیں اور جس حالت میں تم آج ہو ویسا ہی کل تمھارا حال ہوگا یعنی اگر تم یہاں پر ان لوگوں میں سے ہو جو کہ بھلائیوں کی طرف دوڑتے اور فضائل و کمالات کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو یقیناً آخرت کے دن تم پرندہ کی مانند پرواز کرنیوالے ہوگے نہ کہ پاؤں سے چلنے والے "

الغرض مصنف رسالہ ہٰذا نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ آخرت کے دن جو کچھ نظر آئیگا یا محسوس ہوگا وہ اس دنیا کا نقشہ اور تمثیل ہوگا۔ اور جو حالات اور کیفیات اُس وقت نمودار ہونگے وہ اِسوقت سے محسوس ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ پل صراط کاٹنے کا بھی اِس جہان فانی سے شروع ہوتا ہے۔ (خدا تعالیٰ نے کیا ہی سچ فرمایا ہے من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاخرۃ اعمٰی)۔

پس کیا ہی مبارک ہے وہ جس کو ان حقائق و دقائق کے قبول کرنے کی توفیق دی گئی۔ اور کیا ہی بد قسمت ہے وہ جو ایسی روشن صداقت اور اظہر من الشمس معرفت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ بلکہ جہالت اور حماقت کے گڑھوں میں پڑا رہتا ہے۔ اور اپنی غفلت اور سستی کے لحافوں میں مزہ کی نیند سوتا ہے ؏

خدا تعالیٰ ہمیں بھی اور ان لوگوں کو بھی حق بات کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

خاکسار ابوبکر ایوب سماٹری (مولوی فاضل)

تبلیغی ٹریکٹ

چند ضروری حوالے نمبر ۱ نمبر ۲	۱ر
بانی آریہ سماج کے اقوال میں تناقض	۰ر
اسلام کی اندرونی تصویر	۰ر
آریہ سماج اور گاندھی جی	۰ر
رسالہ تائید اسلام کے اعتراضات کا جواب	۱۰ر
کفارہ	۱ر
بطلان مسئلہ قدامت روح و مادہ	۱ر
اسلامی قادر مطلق خدا اور آرین سرو شکتیمان	۴ر
مسیح موعود و امت محمدیہ	۱ر
شیعہ معراج اور اسکے واقعات	۱ر
ذبیحہ گائے	۱ر
ابطال الباطل (در رد شیعہ)	۲ر
آسمانی گولہ	۱ر

تبلیغی رسالے

براہین العقائد	۸ر
معارف القرآن	۸ر
تصوف	۶ر
مقصد مذہب	۳ر
مباحثہ سرگودھا	۶ر
الاستخلاف	۴ر
مباحثہ ختم نبوت	۶ر
مجمع البحرین	۳ر
کمالات احمدیہ	۶ر
التشریح الصحیح	۶

دفتر ریویو اردو قادیان سے منگوائیے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انجیلی تعلیمات

عیسائیت کی مایۂ ناز تعلیمات پر ایک نظر

یتامیٰ و مساکین کے متعلق قرآنی اور انجیلی تعلیمات کا مقابلہ

نظامِ عالم کو برقرار رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مراتبِ انسانی میں بہت کچھ تفاوت قائم کر دیا ہے۔ اگر بالفرض دنیا میں اسقدر اختلاف نہ ہوتا جس قدر ہمیں نظر آتا ہے۔ اگر ایک امیر اور دوسرا غریب نہ ہوتا۔ ایک عالم اور دوسرا جاہل نہ ہوتا۔ ایک حسین اور دوسرا بدصورت نہ ہوتا۔ تو ناممکن تھا امارت علم اور حسن کی کچھ بھی قدر و قیمت ہوتی۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ ہم روشنی کی جبھی قدر کرتے ہیں جب ظلمت و تاریکی کی بھیانک شکل ہمارے دل کو بے چین کر دیتی ہے۔ اسی طرح صحت کی بھی جبھی قدر محسوس ہوتی ہے جب بیماری حملہ آور ہوتی ہے۔ اور نظامِ جسمی کو اپنی اصل حالت پر قائم رہنے نہیں دیتی۔ پس حقیقت یہ ہے۔ کہ اختلاف ہی رونقِ عالم کی بڑی وجہ ہے اور اختلاف ہی مادی اور روحانی ترقیات کا موجب ہے۔ دنیا کی تگ و دو اور دوڑ سب اسی لئے ہے۔ کہ وہ دوسروں سے بڑھ جائیں اور دوسروں سے بڑھنے کی کوشش خود مغائرت کی بڑی دلیل ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ فلاں شخص چونکہ ہمارے مقابل پر کھڑا ہے اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ اُس سے بڑھ جائیں۔ یا فلاں قوم چونکہ ہمارے مقابل پر سینہ سپر ہے اس لئے ہمیں بھی اُس کی سرکوبی کے لئے کھڑا ہو جانا چاہیئے۔ یہ تمام ترقیات۔ ذہنی اور دماغی ارتقاء جسمانی اور مادی سب اِسی وجہ سے ہیں۔ کہ لوگ آپسمیں اختلاف رکھتے ہیں۔ شکلوں میں اختلاف رکھتے ہیں جسموں میں اختلاف رکھتے ہیں۔ علم و فہم اور عقل و دانش میں اختلاف رکھتے ہیں۔ اور اپنے قوائے ذہنیہ میں تفاوت رکھتے ہیں۔ کسی کو دنیاداری کا شوق ہے۔ اور کسی کو مذہب سے دلچسپی۔ کوئی ڈاکٹری اور طبابت پسند کرتا ہے۔ اور کوئی درس اور تدریس کا مشغلہ۔ پس اختلاف کی وجہ سے ہر ایک اپنے اپنے رنگ میں ترقی کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔ ذوقؔ مرحوم نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینتِ چمن ٭ اے ذوقؔ اِس چمن کو ہے زیب اختلاف سے

پس اختلاف اور مراتبِ انسانی میں تفاوت فی نفسہٖ کوئی مذموم امر نہیں۔ کیونکہ اگر اختلاف نہ ہوتا تو دنیا اسقدر ترقی اور عروج پر بھی نہ پہنچتی۔ لوگوں کو علم کا شوق نہ ہوتا۔ اُنہیں امارت کا خیال نہ ہوتا۔ صحت کی ترقی کی طرف اُنہیں کوئی دھیان نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ جہالت غربت اور بیماری کے ہولناک اثرات سے ناواقف ہوتے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُنہیں معلوم ہی نہ ہوتا کہ یہ موتی ہے۔ کیونکہ موتی کی جبھی قدر ہوئی۔ جبکہ بے قیمت پتھر بھی پیدا ہو گیا۔ پس جب اختلاف اسقدر برکات و منافع کا موجب ہے تو وہ شخص جو اختلاف کو مٹانا۔ جو مساوات کا غلط معیار لوگوں کے دلوں میں قائم کرنا۔ جو اس پُر فریب قول کے جال میں لوگوں کو پھنسانا چاہتا ہے کہ "وہ سب ایک جیسے ہو جائیں" وہ درحقیقت دنیا کا دشمن اور نظامِ عالم کو درہم برہم کر دینے والا ہے۔ اختلاف رہا ہے اختلاف ہے اور اختلاف ہمیشہ رہیگا۔ پس یہ اختلاف تو کبھی مٹ ہی نہیں سکتا۔ ناممکن ہے کہ سب امیر ہو جائیں۔ اور کوئی ایک فردِ بشر بھی غریب نہ رہنے پائے۔ پس جب یہ سوال کُلی طور پر حل نہیں کیا جا سکتا۔ تو ضروری ہے کہ وہ مذہب جو بنی نوع انسان کی رہنمائی کا دعویٰ کرے وہ اس حد تک اس سوال کو حل کر دے۔ جس حد تک قیامِ امن میں یہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ حق یہ ہے کہ جس طرح یہ صداقت ہے۔ کہ اختلاف دنیا سے کبھی مٹ نہیں سکتا۔ اس طرح یہ بھی صداقت ہے۔ کہ اگر ایک غریب اور مفلس طبقہ کو قعرِ مذلّت میں گرے ہوئے طائفہ کو۔ بھوک اور پیاس سے مرنے والے گروہ کو مناسب حد تک ترقی نہ دی جائے۔ دائرہ اور حدود کے اندر اس کے لئے خوشحالی کا سامان مہیّا نہ کیا جائے۔ تو یہ مفلس طبقہ بھی قوم اور ملّت کیلئے سوہانِ روح اور بلائے جان ثابت ہوتا ہے چوریاں ہوتی ہیں۔ ڈکیتی کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ قتل و خون اور غارتگری کے سانحات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ محض اسلئے کہ اُنہیں کھانے کا سامان نہیں ملتا۔ اُنہیں اپنے بیوی اور بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے طعام میسّر نہیں آتا۔ پس اگرچہ یہ صحیح اصل ہے۔ کہ راتب انسانی میں ضرور تفاوت رہیگا ایک امیر رہیگا۔ دوسرا غریب۔ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں۔ کہ اگر غریبوں کی غربت اپنی حد سے بڑھ جائے۔ ناداروں کی ناداری مفلسوں کی مفلسی ترقی پذیر ہوتی چلی جائے۔ تو اُسوقت اُن کی خوشحالی کیلئے سامان مہیّا نہ کیئے جائیں۔ تو وہ بھی سخت نقصان رساں ثابت ہوتے ہیں۔ پس ایسی مشکلات میں جبکہ سب کی امارت بھی نظامِ عالم کو درہم برہم کر رہی ہو۔ اور بعضوں کی غربت بھی امن و امان کو توڑ رہی ہو ضروری ہے۔ کہ وہ مذہب جو ہماری رہنمائی کرنے کا دعویٰ کرتا ہو۔ اس مشکل میں ہماری راہبری کرے۔ اور ہمارے سامنے ایسے اصول رکھدے جن پر دنیا اگر عامل و کاربند ہو۔ تو حدِ اعتدال کے اندر رہتے ہوئے غریب طبقہ بھی ملکی و قومی ترقی کا دست و بازو ثابت ہو۔

اسلام نے اس مشکل کو دُور کرنے اور غرباء کی غربت کا بہت حد تک ازالہ کرنے کے لیے اپنے ماننے والوں کو بعض احکام دیئے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ اگر دنیا اُن پر عمل کرے اور غرباء کی اُسی طور پر نگہداشت کرے۔ جس طرح اسلام نے حکم دیا۔ تو غریبوں کی غربت دُور ہو سکتی ہے اور وہ کسبِ مال کے لئے ناجائز اور اوچھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہتھیاروں پر نہیں اَڑ سکتے۔ اور ساتھ ہی امراء کی امارت کو بھی ضعف نہیں پہنچتا۔ چنانچہ اسلام سکھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ زمین و آسمان میں پیدا کیا ہے۔ وہ سب کا سب بنی نوع انسان کے فائدے اور نفع کے لئے بنایا ہے۔ پس یہ تمام چیزیں دنیا کے تمام انسانوں کے درمیان مشترک ہیں۔ اور سب بحیثیت مجموعی اُن کے مالک ہیں۔ مگر ساتھ ہی اسلام یہ بھی کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ مادہ رکھا ہے۔ کہ وہ مقابلہ کر کے دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ ایسا مادّہ فطرتِ انسانی میں رکھا گیا ہے۔ بلکہ خود اسلام اِس مقابلہ کی ترغیب دلاتا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے فاستبقوا الخیرات یعنی اے لوگو! ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ پس اس لئے لازماً جب مقابلہ ہوگا۔ کوئی آگے نکل جائیگا۔ اور کوئی پیچھے رہ جائیگا۔ کوئی زیادہ انعام لے جائیگا۔ اور کوئی کم۔ کوئی امیر ہو جائیگا۔ اور کوئی غریب۔ پس اسلام اس فرق کو تسلیم کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اِسپر آپسمیں چڑنا نہیں چاہیئے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ ولا تتمنّوا ما فضل اللّٰہ بہ بعضکم علیٰ بعض۔ اپنے دل میں یہ خیال نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو جو بعض پر فضیلت دی ہے ہم اُسے دوسروں سے چھین لیں۔ کیونکہ اگر اِس انتظام میں خلل ڈالوگے۔ تو دنیا کی ترقی بھی بند ہو جائیگی۔ مگر اسلام نے جہاں امارت و غربت کے فرق کو تسلیم کیا ہے۔ وہاں اُس نقص کے ازالہ کی بھی کوشش کی ہے۔ جو اس صورت میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ جبکہ غرباء کی طرف سے توجہ ہٹالی جاتی ہے اور اُنہیں عضوِ معطّل کی طرح اپنے جسم کا ٹکڑہ سمجھا نہیں جاتا ہو۔ اسلام کہتا ہے۔ کہ اگرچہ یہ صحیح ہے۔ کہ ایک امیر ہوگا اور ایک غریب۔ مگر دنیا میں جسقدر اشیاء موجود ہیں۔ اُن میں تمام بنی آدم شریک ہیں۔ اور اس وجہ سے زید کے پاس جو کچھ ہے۔ وہ اُس کی ملکیّت اِن معنوں میں ہرگز نہیں۔ کہ اُس میں غرباء کا حصّہ بالکل نہیں۔ بلکہ اُس کی ملکیّت وہ اسوجہ سے کہلاتا ہے۔ کہ اُس میں اُس کا حصّہ دوسروں کی نسبت زیادہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ اُس نے محنت کر کے اُسکو حاصل کیا ہے۔ ورنہ امراء کے اموال میں غرباء کا حصّہ بھی ضرور شامل ہے۔ چنانچہ اسی لئے اسلام اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے۔ وآتوھم من مال اللّٰہ الذی آتاکم اور فرمایا وفی اموالھم حقٌّ للسائل والمحروم (الذاریات) محتاجوں کو خدا کے اُس دیئے مال سے جو اُس نے تمھیں دیا۔ ایک حصّہ ضرور دو۔ بلکہ تمھارے اموال میں انسانوں بلکہ حیوانوں کا بھی جو مانگ نہیں سکتے حق مقرر کیا گیا ہے۔ اِس طرح فرمایا فاٰتِ ذاالقربیٰ حقّہٗ والمسکین وابن السبیل (روم ع) قریبیوں مسکینوں اور مسافروں کو اُن کے حقوق دو۔ اور اُنہیں اپنے اموال کا ایک حصّے دار قرار دو یہ اصول احکام دیکر اسلام نے غریبوں کی غربت کی طرف امراء کو توجہ دلائی ہے۔ اور اُنہیں کہا ہے کہ وہ بھی آخر تمھارے بھائی ہیں۔ تمھارا فرض ہے۔ کہ جو کچھ کماؤ۔ اُس میں سے اُنہیں بھی وہ حصّہ دیتے جاؤ۔ جو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدا اور اُسکے رسولؐ نے اُن کے لئے مقرر کیا ہے۔ اِس اصل کے ماتحت اگر لوگ عمل کرنے لگیں تو نادار و مفلس اور کنگال اور غریب اشخاص سوسائٹی کے معزز رکن بن سکتے ہیں۔ اور وہ بجائے ناجائز وسائل کے ذریعے روپیہ پیدا کرنے کے اُس روپیہ سے جو امراء کی طرف سے انہیں پہنچے۔ تجارت یا صنعت و حرفت کے مختلف شعبوں کی طفیل ترقی و بلندی کی طرف اپنا قدم اٹھا سکتے ہیں*

اسلام نے غرباء کے احوال پر صرف اسی قدر توجہ نہیں کی۔ کہ امراء کو توجہ دلائی کہ اُن کا خیال رکھو بلکہ بعض خاص احکام صادر کر دیئے۔ جن کے ماتحت ہر مومن اِس بات کا پابند ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے اموال کا ایک حصہ غرباء کے لئے وقف کر دے*

چنانچہ پہلی چیز جس پر اسلام نے زور دیا۔ وہ زکوٰۃ کی فرضیت ہے۔ زکوٰۃ ایسی ضروری اور اہم چیز ہے۔ کہ جو اسے ادا نہیں کرتا وہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں خُذ من اموالھم صدقۃ تطھّرھم و تزکیھم بھا و صلِّ علیھم کہکر توجہ دلائی کہ امراء کے مالوں سے غرباء کے لئے ایک حصہ نکال کر اُن کے مالوں کو پاک کرو۔ اِس پاک کرنے کا مفہوم یہی ہے کہ اُن کے اموال اِس زکوٰۃ کے ذریعے ہر قسم کی ملونی سے پاک ہو جائینگے۔ اور دوسروں کے حقوق اُن سے الگ ہو جائینگے*

احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل صاف لفظوں میں اِس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ زکوٰۃ کی فرضیت محض اس لئے ہے کہ تا امراء سے لیکر غرباء پر مال لوٹایا جائے۔ آپؐ نے فرمایا اِنّ اللہ افترض علیھم صدقۃً توخذ من اغنیاءھم و تردُّ علیٰ فقراءھم۔ خدا نے لوگوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو اُن کے مالداروں سے لی جائیگی۔ اور اُن کے غرباء کی طرف لوٹائی جائیگی۔ لوٹائی جائیگی کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اِس زکوٰۃ کو غرباء کا حق قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ اصول ذہن نشین کر دیا گیا ہے۔ کہ امراء کی دولت میں غرباء کے حقوق اور اُن کی محنت بھی شامل ہے۔ مگر چونکہ غرباء کے حقوق کا معین اندازہ ہر ایک کے لئے مشکل تھا۔ اس لئے اسلام نے ایک قاعدہ مقرر کر دیا جس کے مطابق اُن سے زکوٰۃ حصول کی جاتی ہے*

یہ حکم اسقدر ضروری اور قابلِ عمل ہے۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں جب لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ تو آپؓ نے فرمایا۔ میں ان لوگوں سے برابر اُسوقت تک لڑتا رہونگا جب تک یہ لوگ پوری پوری زکوٰۃ ادا کرنی شروع نہ کر دینگے۔ حتیٰ کہ اگر ایک اونٹ باندھنے کی رسّی بھی جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے۔ اب نہ دینگے۔ تو میں تب بھی اُن سے لڑائی جاری رکھونگا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور وہ بھی اُن سے ... ... وصول کرونگا۔ اِس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ زکوٰۃ اسلام میں کسقدر اہم فریضہ ہے اور کس طرح غرباء کی ترقی کا اسلام نے خاص خیال رکھا ہے۔ یہ حکم دیکر اسلام نے غرباء کی خبر گیری اور نگہداشت کا کامل سامان کر دیا ہے۔ کیونکہ اس طرح نہ اُن میں آوارگی پیدا ہو گی۔ اور نہ وہ ناجائز افعال کا ارتکاب کرینگے۔ بلکہ اموال سے وہ اپنے حسب منشاء کام کرکے اپنی دولت کو بڑھانے کا خیال رکھینگے جو اُن کی ترقی میں بہت ممد ثابت ہو گا۔ اس طرح شریعت نے یہ بھی انتظام کیا ہے کہ غرباء میں سے ہوشیار اور ترقی کرنے والے لوگوں کو اُتنا سرمایہ دے دیا جائے۔ جس سے وہ اپنا کام چلا سکیں۔ اِس ذریعہ سے نئے نئے لوگوں کو ترقی کرنے کا موقع ملتا رہیگا۔ اور قابل اور لائق انسان بہت جلد ترقی کر سکینگے ؛

اسلام نے زکوٰۃ کا حکم دیکر غرباء پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اسلام نے یہ نہیں کہا۔ کہ غرباء کو اسقدر مال دیا جائے۔ کہ سب امیر اور غریب آپسمیں برابر برابر ہو جائیں۔ بلکہ اُس نے اغنیاء اور فقراء کو اپنی اپنی حدود میں رکھ کر یہ تعلیم دی ہے۔ کہ اغنیاء اپنے اپنے اموال کا ایک حصہ غرباء کو دیا کریں۔ تا غرباء سوسائٹی اور قوم پر بار نہ بنیں۔ بلکہ وہ بھی اپنے استعداد اور قابلیت کے مطابق دنیا میں با آرام زندگی بسر کر سکیں ؛

غرباء کی نگہداشت کے لیئے اسلام نے صدقہ و خیرات کا بھی حکم دیا ہے۔ اس کے لئے شریعت نے کوئی اندازہ مقرر نہیں کیا۔ کہ اسقدر صدقہ دیا جائے۔ بلکہ ہر ایک کو اس میں شامل کرنے کیلئے کہا گیا ہے۔ کہ جس قدر بسہولت صدقہ دیا جا سکے۔ وہ دیا جائے۔ اِس کی اہمیّت اس سے ظاہر ہے کہ شریعت اسلامی کے ماتحت آنے والی بلاؤں اور مصیبتوں کو اگر کوئی چیز دُور کرتی ہے۔ تو وہ دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک دُعا اور دوسرا صدقہ۔ خدا کی خوشنودی کے حصول کا صدقہ و خیرات کو بہت بڑا سبب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے (ا) الذین ینفقون اموالھم باللیل والنہار سرًّا وعلانیۃً فلھم اجرھم عند ربّھم ولاخوفٌ علیھم ولاھم یحزنون۔ (ب) وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ۔ پس صدقہ و خیرات سے بھی غرباء کی امداد ہوتی ہے۔ اور وہ ناجائز وسائل سے سامان معیشت بہم پہنچانے پر آمادہ نہیں ہو سکتے۔ ظاہر ہے۔ کہ اسلام کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے غرباء کے حقوق کا خیال رکھا۔ وگرنہ اگر غرباء کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ جو دنیا میں امراء کی نسبت زیادہ بستے ہیں۔ تو لازماً فتنہ و فساد برپا ہو جاتا۔ قتل و خون کی وارداتیں ہوتیں۔ اور وحشت خیز ہنگامے انسانی نظروں کے سامنے آتے۔ مگر یہ سب خدا کا احسان ہے۔ جو اُس نے اپنے اُس رسولؐ کی معرفت کیا جسے کا خطاب بارگاہ معلٰی سے عطا فرمایا ؛

غرباء ایک عمومی نظر ڈالنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ یتامیٰ و مساکین کے متعلق بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کچھ روشنی ڈال دی جائے۔ کیونکہ یتامیٰ و مساکین بھی غریب طبقے کا بہت بڑا جزو سمجھے جاتے ہیں۔

اسلام نے یتامیٰ و مساکین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا اپنی پاک کتاب قرآن مجید میں بالخصوص ارشاد فرمایا ہے۔ اور گو یتیم اور مسکین ایک رشتہ دار بھی ہو سکتا ہے۔ اور غیر رشتہ دار بھی۔ مگر اسلام نے ایسی کوئی شرط نہیں لگائی۔ کہ صرف رشتہ دار یتامیٰ و مساکین کے ساتھ ہی حُسن سلوک کرو۔ اور غیر رشتہ داروں کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو۔ بلکہ وہ تمام دنیا کو یہ تعلیم سکھاتا ہے۔ کہ سب یتیموں۔ مسکینوں اور غریبوں کا خاص خیال رکھو۔ اور سبھی کے ساتھ ملاطفت محبّت اور شفقت و مودّت کا سلوک کرو۔ چنانچہ یتامیٰ کے ساتھ حُسنِ سلوک نہ کرنا۔ اُن اعمال میں سے قرار دیتا ہے۔ جن کا نتیجہ ہمیشہ ذلّت و رسوائی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض لوگوں پر جب عذاب آتا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ خدا نے ہم سے یہ کیا اور وہ کیا۔ مگر فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ بل لا تکرمون الیتیم ولا تحٰضون علےٰ طعام المسکین (الفجر) تم یتامیٰ کی خبرگیری نہیں کرتے تھے اور نہ مساکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ بس یہی جرم تھا۔ جس کی پاداش میں آج تمھاری یہ حالت ہوئی۔ اسی طرح اسلام سکھاتا ہے کہ مساکین کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کرنا۔ اُن افعال میں سے ہے۔ جو انسان کو دوزخی بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ بعض دوزخیوں کی نسبت فرمایا۔ ولا یحضُّ علیٰ طعام المسکین فلیس له الیوم ھٰھنا حمیم (الحاقہ) چونکہ وہ مساکین کی خبرگیری کی تحریک نہیں کیا کرتے تھے۔ اسلئے خدا نے اُن کی کوئی مدد نہ کی۔ اور اُنہیں بھی بے یار و غمگسار عذابِ الیم میں ڈال دیا۔ پھر قرآن مجید میں یہ بھی ذکر آتا ہے۔ کہ دوزخیوں سے سوال کیا جائیگا۔ کہ تمہیں کونسی چیز دوزخ میں کھینچ کر لائی۔ تو وہ جواب دینگے۔ کہ لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین (المدثر) ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔ جو خدا کا حق تھا۔ اور نہ ہم مساکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ جو حق العباد تھا۔ پس چونکہ ہم نے نہ حقوق اللہ ادا کیئے۔ اور نہ ہی حقوق العباد۔ اس لئے سزا کے طور پر ہم دوزخ میں ڈال دیئے گئے۔ علاوہ ازیں مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ویطعمون الطعام علیٰ حبّه مسکینا و یتیما و اسیرا (الدھر) وہ خدا کی رضا اور اُس کی محبّت کے حصول کے لئے مسکینوں یتیموں اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ گویا یتامیٰ و مساکین کا خیال رکھنا اور اسیروں کی دلداری کرنا خدا کی رضا کو جذب کرنے کا نہایت اعلیٰ ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس سے بڑھکر یتیموں کے ساتھ حُسن سلوک کا اور کس کتاب نے ارشاد کیا۔ کیا دنیا کے باقی مذاہب بھی جو اپنی اپنی الہامی کتابوں کو دنیا کی راہنمائی کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اپنی کتابوں سے اسقدر پُرزور تعلیم بیان کر سکتے ہیں۔ جس میں غریب طبقے کا اسقدر خیال رکھا گیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو؟ مگر اسلام نے صرف یہیں تک بس نہیں کیا۔ بلکہ اُس نے پھر ارشاد فرمایا۔ فاما الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا تنھر (ضحیٰ) کسی یتیم پر ظلم مت کرو۔ اور نہ کسی سائل اور فقیر کو اپنے دروازہ سے دھتکارو۔ ارءیت الذی یکذب بالدین فذالک الذی یدع الیتیم (ماعون) کیا تم نے روزِ جزا و سزا کا انکار کرنے والے لوگوں کو نہیں دیکھا۔ اُن کی حالت کس درجہ گر جاتی ہے وہ یتیموں کو دھکے دیتے ہیں اور مسکینوں کو خود کھلانا تو درکنار رہا۔ دوسروں کو بھی کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔ وما ادراک ما العقبہ۔ فک رقبۃٍ او اطعام فی یوم ذی مسغبۃٍ یتیماً ذا مقربہ او مسکیناً ذا متربہ (البلد) کسی کو غلامی۔ قرض۔ یا بعض اور دیگر پابزنجیر کر دینے والے حالات سے مخلصی دلانا۔ یا کسی رشتہ دار یتیم یا محتاج خاک نشین کو بھوک اور گرسنگی کے دن کھانا کھلانا خدا کے حضور بہت ہی پسندیدہ فعل ہے۔ اُس کے نتیجہ میں خدا خود انسان کی مشکل کشائی فرماتا ہے۔ دشوار گزار راہوں سے نجات دلاتا ہے۔ مشکلات و مصائب اُس سے دُور فرماتا ہے۔ اور اُسے نعماء سے حصہ وافر عنایت فرماتا ہے۔ اِسکے علاوہ وآتوا الیتامیٰ اموالھم کا حکم دیا۔ ولا تاکلوا اموالھم الیٰ اموالکم انہ کان حوباً کبیراً (نساء) کا ارشاد فرمایا۔ ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلماً انما یاکلون فی بطونھم ناراً وسیصلون سعیراً کے وعید سے ڈرایا۔ نیکی کے حصول کا ایک یہ بھی طریق بتلایا۔ کہ انسان یتامیٰ و مساکین اور سائلین اور مسافروں کے آرام کے لئے اپنا مال خرچ کرے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتاب والنبیین۔ واٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب (بقرہ) اور پھر صدقات کا بھی یہی مصرف بتایا۔ کہ انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃِ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل۔ فریضۃً من اللہ واللہ علیمٌ حکیم (توبہ) پس یتامیٰ و مساکین کی خبر گیری کرنا۔ اور اُن کے خورد و نوش کا مناسب انتظام کرنا۔ شریعتِ اسلامی کے ماتحت محبت باللہ اور عرفان الٰہی کا درجہ حاصل کرنے والوں کے لئے ازبس ضروری مرحلہ ہے۔ اگر اسی میں غفلت و کوتاہی کی جائے۔ اور رب العالمین خدا کی پیدا کردہ مخلوق کو ہندوؤں کی طرح "اچھوت" قرار دیا جائے تو خدا ایسے انسان پر کبھی اپنی محبت کا مینہ نہیں برساتا۔ اور نہ ہی اُس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور نہ اُس کی مصائب و مشکلات پر غیر معمولی نصرت و تائید فرماتا ہے۔ کیونکہ جب وہ ایسا متکبر اور خود بین ہو گیا ہے کہ وہ اپنے مفلوک الحال اور کس مپرس بھائیوں کی دلداری نہیں کرتا۔ اُن کے آڑے وقتوں میں اُنکے کام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں آتا۔ اور ربّ العالمین کی ربوبیتِ عامہ کا خیال نہیں کرتا۔ اور وہ نہیں جانتا۔ کہ دنیا کے سب لوگ خواہ وہ امیر ہوں یا غریب بھائی بھائی ہیں۔ تو خدا بھی ایسے انسان سے مُنہ پھیر لیتا ہے۔ اور وہ بھی نہیں چاہتا کہ اِس قسم کے متمرد آدمی سے کوئی خاص رحم و کرم کا معاملہ کرے۔ یہ تو قرآن مجید کی پُر زور تلقین تھی۔ جو اُس نے یتیموں کے متعلّق کی۔ اب حدیثیں پڑھیئے۔ وہاں بھی آپ دیکھینگے۔ کہ یتامیٰ و مساکین کی کسقدر دلداری مدِّ نظر رکھی گئی ہے ؛

حضرت سہیلؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اور یتیم کا متکفّل جنّت میں اس طرح باہم اکٹھے ہونگے۔ یہ کہکر حضورؐ نے تشہّد والی اُنگلی اور درمیانی اُنگلی کو ملا کر دکھایا (بخاری) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ جو شخص بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری میں رہتا ہے۔ اُس کو وہی درجہ ملیگا۔ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور راتوں کو تہجّد اور دن کو روزہ رکھنے والے کو ملا کرتا ہے ؛

ابو شریحؓ سے روایت ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ اے اللہ تُو گواہ رہ کہ میں لوگوں کو بتا چکا ہوں۔ اور اُنہیں اچھی طرح ڈرا چکا ہوں۔ کہ دو کمزور یعنی یتیم اور عورت کے حقوق ضائع کرنا سخت گناہ کا کام ہے ؛

سلمان بن عامرؓ کہتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا کسی غریب آدمی کو صدقہ دینا ایک صدقے کا ثواب رکھتا ہے اور غریب رشتہ دار کو صدقہ دینا۔ دُگنا ثواب رکھتا ہے۔ صدقے کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی ؛

یہ اسلامی تعلیم ہے جو اُس نے یتامیٰ و مساکین کے متعلّق دی۔ کتنی جامع اور مفصّل اور مکمّل تعلیم ہے جو اُس نے دی۔ کتنا زور ہے۔ جو اس میں پایا جاتا ہے۔ کتنی تاکید ہے جو اِس میں نظر آتی ہے۔ اور پھر کتنی وسعت ہے۔ کہ ہر غریب اور مفلوک الحال آدمی کا خیال رکھو۔ اور اُسکے طعام و قیام کا مناسب انتظام کرو۔ مگر آؤ اب اسلام کے مقابل پر عیسائیت کو دیکھیں۔ اور قرآن کے مقابل پر انجیل پر نظر دوڑائیں۔ کیا عیسائیت نے بھی دنیا کو یہی تعلیم سکھائی۔ یا کچھ اور۔ اور کیا انجیل نے بھی یہی تعلیم دی۔ یا اِسکے خلاف۔ سو واضح ہو کہ جب ہم بائیبل دیکھتے ہیں تو ہماری حیرت کی کچھ انتہاء نہیں رہتی۔ وہاں صرف یہ حکم نظر آتا ہے۔ کہ جب ہمارے اپنے بھائیوں میں سے کوئی شخص محتاج یا تنگدست ہو جائے۔ تو ہمیں اُس کی خبر گیری کرنی چاہیئے۔ مگر یہ شرافت اور انسانیت کے سخت خلاف تعلیم ہے۔ کہ جب ہمارے اپنے بھائیوں میں سے کوئی غریب اور مفلوک الحال ہو جائے۔ تو ہم اُس کی امداد کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔ لیکن جب ہماری قوم۔ ہمارے پڑوسی۔ ہمارے دوست اور ہمارے ابنائے جنس بنی آدم میں سے کوئی غیر رشتہ دار اشخاص یتیمی و مفلسی کا شکار ہو جائیں۔ تو ہم اُن کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ بلکہ مُنہ پھیر لیں اور کہیں کہ جاؤ ہمیں تم سے کچھ ہمدردی نہیں۔ کیا شرافت اسی بات کا تقاضا کرتی ہے۔ اور کیا انسانیت بھی کچھ انسان کو سکھاتی ہے۔ کہ اپنے عزیزوں کی مصیبت میں تو ہم دن رات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک کردیں۔ نہ ہم کو دن کو چین ہو اور نہ شب کو آرام۔ کھانا پینا سب بند ہو جائے۔ آہیں ہمارے دل سے نکلیں۔ اور نالہ و فغاں ہمارے لبوں پر ہو۔ لیکن اگر اُسی مصیبت میں ہمارا ہمقوم ہمارا ہمجنس ہمارا ہموطن ایک ہمارے جیسا آدمی گرفتار ہو جائے۔ تو ہم اُس پر کچھ بھی توجہ نہ کریں۔ اگر شرافت انسانی ضمیر سے یہی اپیل کرتی ہے کہ دونوں کی خبر گیری کرنی چاہیئے۔ یگانوں اور بیگانوں سب سے یکساں برتاؤ کرنا چاہیئے۔ تو میں پوچھتا ہوں۔ کہ پھر بائیبل کا یہ حکم کسقدر ناقص اور غیر پسندیدہ ہے کہ صرف اپنے بھائی۔ اپنے مسکین اور اپنے محتاج کے لئے ہاتھ کشادہ رکھنا چاہیئے۔ وہاں لکھا ہے "میں تجھے حکم کرتا ہوں کہ تو اپنے بھائی کے واسطے اور اپنے مسکین کے لئے اور اپنے محتاج کے واسطے جو تیری زمین پر ہے اپنا ہاتھ کشادہ رکھیو" استثنا ۱۵/۱۱ اسی طرح لکھا ہے "اگر تمہارے بیچ تمہارے بھائیوں میں سے تیرے کسی پھاٹک کے اندر تیری اُس سرزمین پر جسے خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے۔ کوئی مفلس ہو تو اُس سخت دلی مت کیجیو اور اپنے مفلس بھائی کی طرف سے اپنا ہاتھ مت بند کیجیو بلکہ تو اُس پر اپنا ہاتھ کشادہ رکھیو" استثنا ۱۵/۷

اِن احکام میں بار بار "اپنے بھائی" "اپنے مسکین" اور "اپنے محتاج" کے الفاظ آتے ہیں اور پھر تعجب یہ کہ اِن اپنوں کی خبر گیری کی طرف بھی اِس شرط کے ماتحت توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ جب یہ اپنے "تیرے کسی پھاٹک کے اندر" اور "تیری اُس سرزمین پر ہوں جسے خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے" گویا اگر اپنے رشتہ دار مساکین بھی اُس شہر میں نہ ہوں جس میں انسان خود رہتا ہے یا کسی غیر ملک میں ہوں تو تب اُنکی خبر گیری کی بھی کچھ فکر نہیں کرنی چاہیئے۔ ذرا غور فرمائیں۔ کہ یہ کسقدر ناقص تعلیم ہے۔ اوّل تو دنیا کے ایک بہت بڑے طبقہ کو جو غرباء و مساکین پر مشتمل ہوتا ہے اِس سے خارج کر دیا۔ پھر اپنوں کو بھی اِس شرط کے ماتحت داخل کیا گیا ہے۔ کہ جب وہ اُس زمین پر بستے ہوں۔ جس میں ایک مالدار اور رحم دل رشتہ دار بستا ہے۔ لیکن اگر وہ بدقسمتی سے دُور ہوئے تو تب اُن پر بھی نظر رحم ڈالنا بائیبل کی تعلیم کے ماتحت ضروری نہیں ہوگا۔ ایسی تعلیم دنیا کی باغیرت اور شریف طبائع کے لئے سخت گراں اور غیر مستحسن تعلیم ہے۔ اور پھر ایسی تعلیم دنیا کو سکھانا اور لوگوں کو آمادہ کرنا کہ وہ اس پر عمل کریں۔ گویا رحم کو مٹانا اور محبت و شفقت کے جذبات کو کم کرنا ہے *

مَیں بتلا چکا ہوں۔ کہ اسلام نے کس طرح تمام بنی نوع انسان پر نظر مہر رکھی ہے اور کس طرح ہر غریب اور مسکین اپنے اور بیگانے کا خیال رکھکر اُس کی خبر گیری پر زور دیا ہے۔ مگر بائیبل نے جو کچھ سکھایا وہ اسلام کے مقابل پر نہ صرف یہ کہ بہت کم درجے پر ہے۔ بلکہ اگر دنیا اِس پر خدانخواستہ عمل کرنے کے لئے طیار ہو جائے تو سارے یتیم خانے بند ہو جائیں۔ مساکین بھوکے مریں اور غرباء جن کا کوئی ذی ثروت عزیز نہیں ہوتا۔ دربدر خاک چھانتے پھریں۔ پس ایسی تعلیم کو اگر ہم ناقص اور غیر معقول کہیں۔ تو ایسا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہتے ہیں۔ہم بالکل حق بجانب ہونگے ٭

"یوحنا" نے بھی اسی نظریہ کو قائم رکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے "جس کسی کے پاس دنیا کا مال ہو اور وہ اپنے بھائی کو محتاج دیکھکر رحم کرنے میں دریغ کرے تو اُس میں خدا کی محبّت کیونکر قائم رہ سکتی ہے" (۱۔یوحنا ۳/۱۷)
گویا محبتِ الٰہی انسانی قلب میں تبھی پیدا ہو سکتی ہے۔جب صرف "اپنے بھائی" کی خبر گیری کیجائیگی مگر حق یہ ہے۔کہ محبّتِ الٰہی کے حصُول کے لئے ضروری ہے۔کہ انسان ہر محتاج اور مفلس و کنگال کی بقدرِ امکان مدد کرے کیونکہ وہ خدا جس کی محبّت کے ہم اِس وسیلہ سے طلبگار ہوتے ہیں۔وہ ربّ العالمین اور الٰہ العالمین ہے۔ اُس کی ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیّت کا فیضان دنیا کے تمام انسانوں کو پہنچ رہا ہے۔اور اُس کا سورج ہر گورے اور کالے کو اپنی نورانی کرنوں سے منوّر کرتا ہے۔وہ بارش جب برساتا ہے۔تو سبزہ زار مرغزار پر بھی برساتا ہے اور گندگی کے ڈھیروں پر بھی وہی بارش اُتارتا ہے۔ پس جب وہ خدا ایسا رحیم و کریم خدا ہے۔تو اگر ہم فی الحقیقت اُس کی محبت کے طلبگار ہوتے ہیں۔تو ہمارے لئے ضروری ہے۔کہ ہم بھی بلاتخصیص اپنے اور بیگانے کے سب غرباء و مساکین سے برادرانہ سلوک کریں۔ اور محبّت و شفقت کا برتاؤ اُن سے رکھیں مگر انجیل نے الٰہی محبّت کے حصول کا صرف اتنا ہی طریق بتایا کہ "اپنے بھائی" کی خبر گیری کی جائے۔حالانکہ خدا کے آگے امیر اور غریب سب یکساں ہیں وہ صورتوں پر نہیں جاتا بلکہ قلبی محبّت کی کمی اور زیادتی پر اپنا تعلّق بڑھاتا اور کم کرتا ہے ٭

صرف "یعقوب" نے اپنے خط میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ "ہمارے خدا اور باپ کے نزدیک خالص اور بے عیب دینداری یہ ہے کہ یتیموں اور بیوہ عورتوں کی مصیبت کے وقت اُن کی خبر لیں" (یعقوب ۱/۲۷) مگر یہ کوئی خوبی کی بات نہیں کہ یتیموں اور بیوہ عورتوں کی "مصیبت کے وقت" خبر لی جائے۔ ایسے وقت بسا اوقات سنگدل انسان بھی رحم سے پسیج جاتے ہیں اور وہ بھی آمادہ رحم ہو جاتے ہیں۔خوبی اور نیکی اگر ہے تو یہ۔ یتامیٰ و مساکین کی اور اسی طرح بیوہ اور غریب عورتوں کی نہ صرف "مصیبت کے وقت" امداد کریں بلکہ اُنکی خوشی میں بھی شریک ہوں اور علیحدہ بھی۔وقتاً فوقتاً اُن کی امداد کریں۔اور اِسی کی اسلام نے اپنے متبعین کو تعلیم دی۔افسوس ہے انجیل نے جو کچھ تعلیم دی۔وہ اگرچہ کسی حد تک ضرور اچھی ہے مگر کامل اور ہر پہلو سے مستحسن نہیں۔بلکہ بہت سے ایسے نقائص ہیں جن کی وجہ سے بہتر یہی ہے کہ ایسی تعلیم کو جامۂ عمل پہنایا نہ جائے بلکہ اسلامی تعلیم کو آویزۂ گوش بنایا جائے جو ہر طرح کامل اور ہر خوبی پر حاوی ہے ٭

مجھے آخر میں اِس امر کے اظہار کی بھی ضرورت ہے کہ اسلامی تعلیم میں ایک اور بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اُس نے نہ صرف یتیموں اور غریبوں کی احوال پُرسی کی تاکید کی ہے بلکہ اُس نے حیوانوں اور بے زبان جانوروں پر بھی رحم و شفقت کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وفی اموالھم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حقٌ للسائل والمحروم ۔ یعنی مسلمانوں کے اموال میں اُن کا جو سوال کرسکتے ہیں اور اُن کا جو سوال نہیں کرسکتے یعنی انسانوں اور جانوروں دونو کا حق مقرر کیا گیا ہے ۔ یعنی مسلمانوں کا فرض ہے ۔ کہ وہ اپنے اموال میں محتاج انسانوں کو بھی اور جانوروں کو بھی شریک کریں ۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے انسان پر جو کسی جانور کو باندھ کر اُسے نشانہ بناتا ہے ۔ لعنت فرمائی ہے ۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جنہوں نے جانوروں کے مُنہ پر نشان لگانا منع کیا ۔ کیونکہ مُنہ ایک نازک جگہ ہے ۔ آپؐ نے فرمایا کہ جانوروں کی پچھلی ران کے اوپر کے سرے پر نشان لگایا کرو ۔ اور یہی وہ رواج ہے جو آج دنیا کے اکثر حصّہ میں پایا جاتا ہے ؛

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے ۔ کہ ایک عورت نے ایک بلّی کو بند کردیا ۔ اور وہ بھوکی اور پیاسی مر گئی تو خدا تعالیٰ نے اُسے بطور سزا جہنّم میں ڈال دیا ۔ یعنی اس ظلم کا نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ وہ ایسے اعمال میں مبتلا ہو گئی ۔ جن کا نتیجہ جہنّم نکلا ۔ غرض جانوروں سے بھی نیک سلوک کرنے اور اُن پر بے جا ظلم کرنے اور اُنہیں بے فائدہ تکلیف دینے سے اسلام نے سخت روکا ہے ۔ اور اس طرح اپنی شفقت علےٰ خلق اللہ کی تعلیم کو صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں رکھا ۔ بلکہ بے زبان جانوروں کے احساسات کا بھی خیال رکھکر اُسے مکمّل کر دیا ؛

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے ۔ کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے آپؐ قضائے حاجت کیلئے کہیں باہر تھے ۔ ہم نے ایک چنڈول اور اُسکے دو بچّے پکڑ لئے ۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا فوراً اُسکے دونو بچّے واپس کردو ۔ جسپر جلدی ہی تعمیل کی گئی ۔ اسی سفر میں آپؐ نے ایک چیونٹی کے بِل کو آگ لگی ہوئی دیکھی ۔ آپؐ نے فرمایا اِسے کس نے جلایا ہے صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ ۔ ہم نے ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ کہ آگ سے جلانا سخت غیر مناسب حرکت ہے ؛

سہل بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گذرے جسکی پیٹھ اُسکے پیٹ سے لگی ہوئی تھی ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ اے لوگو ! اِن بے زبان جانوروں کو مارنے میں اللہ تعالےٰ کا خوف کرو ۔ اگر سوار ہونا ہے تو بھی جانوروں کی اچھی حالت رکھو ۔ اور اگر کھانے والا جانور ہے ۔ تب بھی اُسے اچھی طرح رکھو (ابوداؤد)

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ ایک شخص سفر کر رہا تھا ۔ اُسے پیاس لگی ۔ جسپر وہ ایک گڑھے میں اُترا اور پانی پی کر باہر آیا ۔ دیکھتا کیا ہے ۔ کہ ایک کُتّا پیاس کی شدّت سے گیلی مٹّی چاٹ رہا ہے ۔ اور اُسے بھی پیاس سے سخت تکلیف ہے ۔ پس یہ دیکھ کر پھر اُترا ۔ اور اپنا موزہ پانی سے بھر کر اور مُنہ میں پکڑ کر ہاتھوں کے ذریعے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اوپر چڑھا۔ اور وہ پانی کُتّے کو پلا دیا۔ اُس کی یہ نیکی خدا کو بہت پسند آئی۔ اور خدا نے اُس کے تمام گناہ معاف کر دیئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہؐ کیا جانوروں کے ساتھ حُسن سلوک کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ کہ کیوں نہیں۔ ہر ذی روح کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وجہ سے خدا خوش ہوتا اور انسان کو ثواب پُہنچتا ہے۔ اِن واقعات سے پتہ چل سکتا ہے۔ کہ اسلام نے کس طرح جانوروں پر بھی رحم و شفقت کی تاکید کی۔ پس اسلام کی یہ فضیلت ہے۔ کہ اُس نے نہ صرف دنیا کے تمام غرباء و مساکین کی خبر گیری پر توجہ دلائی بلکہ بے زبان جانوروں سے رحم و حسنِ سلوک کی تاکید کی۔ مگر انجیل نے جو کچھ بتایا۔ وہ ایسا ناقص اور غیر مستحسن ہے کہ اگر بالفرض دنیا اُس پر عمل کرے تو شفقت و محبّت کا مادہ انسانوں سے بہت حد تک مفقود ہو جائے۔ اور عالمگیر مواخات کی رَو بالکل سرد پڑ جائے۔ خدا کرے۔ کہ دنیا اسلامی تعلیم کے آگے سر نگوں ہو جس پر عمل کرنے میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اور نقصان کا کچھ خوف نہیں ؛

خاکسار محمدؐ یعقوب مولوی فاضل۔ قادیان دارالامان

عرفان الٰہی و محبّت باللہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو آستانۂ خدا پر جھکانے کیلئے محبّت الٰہی کا ایسا پُر تاثیر سبق سکھایا ہے۔ کہ دنیا کا اور کوئی بھی مذہب قطعاً ویسی نظیر پیش نہیں کر سکتا ؛

محبّت الٰہی پر زور

اسلام نے محبّت باللہ پر اس قدر زور دیا۔ کہ فرمایا۔ (۱) وما خلقت الجنّ والانس الا لیعبدون۔ انسان کو خدا نے پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ تا وہ الٰہی محبّت میں سرشار رہے۔ یعبدون کے معنی یعرفون کے بھی آتے ہیں۔۔ (۲) پھر فرمایا ان الذین لا یرجون لقاءنا و رضوا بالحیٰوۃ الدنیا و اطمانّوا بھا والذین ھم عن اٰیاتنا غافلون۔ اولٰئک ماوٰھم النار بما کانوا یکسبون (یونس ع) وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے۔ بالآخر انکا ٹھکانا جہنّم ہوگا۔ (۳) اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو بھی اسی غرض کے لئے بھیجا کہ تا وہ دلوں میں نور ایمان پیدا کرکے انہیں خدا کا محبوب بنا دیں (الف) دُعائے ابراہیمی ہے۔ ربّنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتک و یعلمھم الکتاب والحکمۃ و یزکیھم انک انت العزیز الحکیم (ب) ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ و یزکّیھم و یعلّمھم الکتاب والحکمۃ (۴) محبّت الٰہی کی کسقدر تاکید کی۔ اللہ تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرماتا ہے۔ قل ان کان اٰباءکم وابناؤکم واخوانکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہٖ واللہ لایھدی القوم الفاسقین (پ ۱۰ ع ۹) (۵) والذین اٰمنوا اشد حبا للہ (۶) مومنوں کی حالت بتلائی۔ تراھم رکعًا سجدًا یبتغون فضلا من اللہ رضوانا۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود (پ ۲۶) (۷) ایاک نعبد وایاک نستعین (۸) قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین (۹) صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ (۱۰) یذکرون اللہ قیامًا وقعودًا وعلیٰ جنوبھم (۱۱) تخلقوا باخلاق اللہ (الحدیث) (۱۲) الا انبئکم بخیارکم قالوا بلیٰ یارسول اللہ۔ قال خیارکم الذین اذا رؤوا ذکر اللہ (حدیث ابن ماجہ) تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں۔ کہ جب اُنہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے۔ (۱۳) حدیث۔ علیک بمجالس اھل الذکر واذا خلوت فحرک لسانک ما استطعت بذکر اللہ واحب فی اللہ وابغض فی اللہ (مشکوٰۃ) اہلِ ذکر کی مجالس اختیار کرو۔ اور جب علیحدہ ہو۔ تب بھی اپنی زبان خدا کی یاد سے تر رکھو۔ اللہ کے لئے ہی کسی سے محبت کرو۔ اور اس کے لئے اگر بُغض ہو۔ تو ہو ؀

کِس قدر زور ہے۔ جو محبت الٰہی پر اسلام نے دیا۔ بس انسان کی پیدائش کی حقیقی غرض۔ اسلام کی آمد کا مقصد۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اصل مُدّعا۔ اور قرآن کے نزول کی یہی حکمت ہے۔ کہ تا انسان خدا کے ہو رہیں (ا) لتخرج الناس من الظلمات الی النور۔ (ب) دُعا بھی یہی سکھائی اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت۔ منعم علیہ گروہ میں شامل فرما کر اپنا محبوب بنائیو ؀

محبت الٰہی انسانی فطرت میں

اور اگر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ محبت الٰہی فطرتِ انسانی میں مرکوز ہے۔ الست بربکم قالوا بلیٰ ؀

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں:۔ ؎

تُو نے خود رُوحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک ؀ اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

ثبوت یہ ہے۔ کہ دنیا میں مختلف مذاہب ہیں۔ مگر ہر مذہب والا اپنے اپنے رنگ میں محبوب حقیقی کے وصال کا بیقرار ہے۔ اگر انسانی فطرت میں ایک پیاس نہیں لگائی گئی۔ تو کیوں سب دیوانہ وار ایک بالا ہستی کے لئے چلا رہے ہیں۔ خود قرآن مجید نے آدمی کا نام ہی انسان رکھا ہے۔ جیسے فرمایا۔ خلق الانسان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

علّمه البیان۔ اور انسان کے معنی ہی یہ ہیں۔ کہ "محبّت کرنیوالا"۔ ہاں کس سے محبّت کرنیوالا علّمه البیان اسی پاک و برتر ہستی سے جس نے اُسے قوّتِ بیانیہ عنایت فرمائی۔ ضروری ہے۔ کہ انسان اپنے مولا کی تسبیح و تحمید و تقدیس میں مشغول رہے ؛

محبّتِ الٰہی کے حصول کا طریق

مگر دنیا خدا تک کس طرح پہنچے۔ اسلام نے اس کا علاج بھی بتلایا (۱) قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (۲) ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔ (۳) کونوا مع الصادقین۔ (۴) ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ (۵) وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی (۶) انّ الدّین عند اللہ الاسلام (۷) وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین۔ (۸) لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ پس نبیِ اسلام کی کامل پیروی خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔ خدا نے ہمیشہ کے لئے اپنے دربار کی رسائی کیلئے آپؐ کی اتباع کو ضروری قرار دیدیا۔ سچ ہے :۔ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر۔

آنحضرت صلعم کا اُسوۂ حسنہ

آؤ سب سے پہلے اُس پاک رسولؐ کا عملی نمونہ دیکھو۔ کہ وہ خود کیسا تھا جس کی متابعت کا تمام دنیا کو حکم دیا گیا۔ (الف) نزولِ قرآن سے پہلے آپؐ کی معرفت اور محبّت باللہ کا حال (۱) غارِ حرا کی عبادت کا تذکرہ۔ (از بخاری) (۲) کفّار کا مقولہ عشق محمد علٰی ربہ۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی شہادت ووجدک ضالا فھدیٰ۔ الضال الخائب فی حسب اللہ تعالیٰ (۴) حضرت خدیجہؓ کی گواہی کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابدا (بخاری) (ب) نزولِ قرآن کے بعد (۱) قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ ربّ العٰلمین۔ (۲) خدا تعالیٰ سے ایسی محبّت اور پیار تھا۔ کہ کوئی معاملہ ہو۔ اس میں خدا تعالیٰ کا ضرور ذکر کرتے۔ اُٹھتے، بیٹھتے، سوتے جاگتے کھاتے، پیتے۔ گھر میں داخل ہوتے۔ نکلتے۔ قضائے حاجت کے موقعہ پر۔ اس سے فراغت پر۔ وضو کرتے ہوئے۔ بلندی پر چڑھتے ہوئے۔ اترتے ہوئے۔ سفر پر جاتے ہوئے۔ رات کی تاریکیوں میں۔ دن کی چمک میں۔ آپؐ کو جلوہ ربّانی نظر آتا۔ ہمیشہ سُبحان اللہ کہتے۔ مجالس میں استغفار پڑھتے۔ نمازوں میں دعائیں مانگتے۔ چلتے اور پھرتے ذکرِ خدا کرتے۔ رات کو تہجّد۔ صبح کو قرآن مجید کی تعلیم۔ غرض کان یذکر اللہ فی احیانہ کلّہ (۳) مگر آپؐ نے محبّتِ الٰہی میں اس امر کو ملحوظ رکھا۔ کہ زمانہ حاضرہ کے فقراء کی طرح تجرّد اور رہبانیّت اختیار نہیں کی۔ گھر بار کو ترک نہیں کیا۔ بلکہ دل بایار و دست در کار کے مطابق دنیا میں رہ کر دنیا سے دل برداشتہ ہوئے۔ چند صحابہؓ نے ایک دفعہ عہد کیا۔ کہ بیوی کے پاس نہیں جائینگے۔ ہمیشہ روزے رکھیں گے۔ آپؐ ناراض ہوئے اور اُنہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ پس آپؐ نے دنیا کو سبق سکھایا۔ کہ دنیا میں رہ کر خدا سے تعلق پیدا کرو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حقیقی معرفت یہی ہے۔ (۱) لا رھبانیۃ فی الاسلام (۲) قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہٖ

(۴) خشیت الٰہی آپؐ کے اندر اسقدر تھی۔ کہ بدر کے موقع پر آپؐ باوجود خدائی وعدوں کے بیتاب ہو ہو جاتے۔ دُعا فرماتے۔ اللّٰھم انی انشدک عھدک ووعدک اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض۔ خدایا اگر آج مسلمان مارے گئے۔ تو دنیا میں تیری کہیں عبادت نہ ہوگی۔ یہ سب خدا کے غنا سے خوف تھا۔ وگرنہ الٰہی وعدوں پر یقین اسقدر تھا۔ کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ بس کیجئے۔ آپؐ نے تو دُعا و گریہ زاری میں حد ہی کردی۔ تو آپؐ نے بآواز بلند فرمایا سیھزم الجمع و یولون الدبر۔ دشمن شکست کھا کر ذلیل و خوار ہوگا۔

(۵) جس جگہ عذاب آچکا ہوتا۔ وہاں آپؐ کبھی نہ ٹھیرتے۔ بلکہ بہت جلد گذر جاتے۔ یہانتک کہ وہاں کا پانی استعمال کرنا مکروہ جانتے۔ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر جب صحابہؓ نے آٹے گوندھ لئے اور پانی بھر لیا۔ آپؐ کو پتہ لگا۔ تو فرمایا۔ پانی پھینک دو۔ اور آٹے گرادو۔ اور اس مقام سے روتے ہوئے گزرو۔ یہاں خدا کا عذاب نازل ہو چکا ہے۔

(۶) کسوف خسوف کے وقت آپؐ دُعاؤں اور گریہ و زاری میں مشغول ہو جاتے۔ نماز پڑھتے اور صدقہ دیتے۔

(۷) باوجود سیّد المرسلین ہونے کے۔ باوجود اس شان کے۔ کہ دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ اپنے اعمال پر بھروسہ نہ تھا۔ بلکہ فرماتے۔ واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی یوم القیامۃ۔ اور اپنی نجات کے متعلق پھر فرمایا۔ کہ وہ خدا کے فضل پر منحصر ہے۔ یہ سب خشیت الٰہی کا نتیجہ تھا۔

(۸) پھر خشیت الٰہی کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ آپؐ ہمیشہ استغفار پڑھتے۔ دن میں ستّر ستّر مرتبہ سے بھی زیادہ خدا کے حضور اپنی بشری کمزوریوں پر پردہ پوشی کے لئے التجا کرتے۔ آپؐ بیشک معصوم تھے۔ مگر باوجود معصوم ہونے کے آپؐ کا استغفار کرنا بتاتا ہے۔ کہ کسقدر خشیت الٰہی آپؐ پر غالب تھی۔

(۹) خشیت الٰہی کا یہ ثبوت ہے۔ کہ آپؐ موت سے کسی منٹ غافل نہ ہوئے۔ ہر روز یہ یقین کر کے سوتے۔ کہ شاید آج ہی موت آجائے۔ صبح اٹھکر خدا کا شکریہ بجالاتے۔ کہ اس نے ایک اور دن ہمیں اپنی رضا کے کاموں میں مصروف رہنے کے لئے دیا۔ فرماتے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ ہمیشہ نصیحت بھی فرماتے۔ کہ کن فی الدنیا کانک غریب او عابری سبیل۔

(۱۰) خشیت الٰہی کا ثبوت ان دعاؤں سے بھی ملتا ہے۔ جو آپؐ شب بیداری میں فرماتے۔ کتنا سوز اور درد ان میں پنہاں ہے۔ دیدۂ بینا چاہیئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۱۱) غیرتِ دین کا یہ حال ہے۔ کہ اُحد کے موقعہ پر ابوسفیان نے جونہی خدا کی پاک ذات پر حملہ کیا۔ آپؐ برداشت نہ کر سکے۔ بلکہ فرمایا۔ اسے جواب دو۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے ٭

(۱۲) رسول کریم صلعم نہ صرف دشمنوں کے مقابلہ میں غیرت دینی کا اظہار فرماتے۔ بلکہ دوستوں سے بھی کوئی ایسی حرکت سرزد ہوتی۔ جس سے احکام الٰہیہ کی ہتک ہوتی۔ تو آپؐ ان پر بھی اظہار غیرت سے باز نہ آتے۔ غزوۂ تبوک کا واقعہ دیکھو۔ جس میں کعب بن مالک اور مرارہ پیچھے رہ گئے۔ ان سے بولنا منع کر دیا۔ تا وقتیکہ خدا نے عرش معلّٰی سے ان کی معافی کا اعلان نہیں فرمایا۔ ذرا سوچو۔ کہ کجا آپ کی طبیعت کی نرمی کا یہ حال کہ گالیوں پر گالیاں ملتی ہیں۔ مگر پروا نہیں۔ لیکن غیرت کا حال کہ عزیز ترین صحابہؓ سے تعلق منقطع کر لیا ٭

(۱۳) اخلاص باللہ اور ایمان باللہ کا یہ حال تھا۔ کہ آپؐ ہر مصیبت میں اپنے خدا پر نظر رکھتے۔ ہر گھبراہٹ کے موقعہ پر یہ دعا فرماتے لا الٰہ الا اللہ رب العرش العظیم۔ لا الٰہ الا اللہ ربّ السمٰوات و رب الارض و رب العرش الکریم ٭

(۱۴) خدا پر کیسا بھروسہ ہے۔ سراقہ تعاقب میں آ رہا ہے۔ مگر آپؐ مزے سے تلاوت قرآن میں مشغول ہیں۔ مُڑ کر دیکھتے بھی نہیں۔ نہ ڈر۔ نہ گھبراہٹ۔ نہ خوف۔ نہ خطر۔ کیا تاریخ کوئی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے ٭

(۱۵) لوگ غار ثور پر پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ عرض کرتے ہیں۔ کہ کفار اتنے قریب ہیں۔ کہ ہمیں ان کے پاؤں نظر آ رہے ہیں۔ مگر فرمایا۔ لا تحزن ان اللہ معنا۔ ہم دو ہیں مگر تیسرا خدا ہے ٭

(۱۶) اخلاص باللہ کا یہ حال ہے۔ کہ مکہ میں آپؐ کو سخت اذیتیں دی جا رہی ہیں۔ آپؐ نے صحابہؓ کو اجازت دی۔ کچھ حبشہ کی طرف چلے گئے۔ اکثر مدینہ میں آ گئے۔ مگر آپؐ ہیں۔ کہ اسی غیر محفوظ بستی میں دشمنوں کے نرغہ میں صبح شام رہتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کیا میں ہجرت کر جاؤں۔ فرمایا۔ ٹھیرو۔ خانی ارجو ان یوذن لی۔ ممکن ہے مجھ بھی عنقریب خدا کی طرف سے ہجرت کی اجازت مل جائے۔ کیا کوئی ہے؟ جو ایسے مصائب کے اوقات میں بھی خدا کے حکم کا منتظر رہے۔ یہ آپؐ کی محبت باللہ کا ثبوت تھا۔ کہ باوجود ناقابل بیان دکھ برداشت کرنے کے اسی جگہ ٹھیرے رہے۔ تا وقتیکہ خدا کی طرف سے ہجرت کی اجازت حاصل ہو گئی ٭

(۱۷) مکے والوں کو بیکسی اور بے بسی میں فرمایا۔ سورج میرے دائیں اور چاند میرے بائیں لاؤ۔ تب بھی میں اپنا کام چھوڑ نہیں سکتا ٭

(۱۸) مسیلمہ لشکر جرار لیکر مدینہ میں آتا ہے۔ کہتا ہے۔ اگر بعد میں مجھے خلیفہ بنانے کیلئے کہو۔ تو میں اپنی جماعت سمیت داخل اسلام ہوتا ہوں۔ حالت یہ ہے۔ کہ اسلام کمزور ہے۔ مدد کی سخت ضرورت ہے۔ مگر آپؐ نے فرمایا۔ (آپؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی) کہ اگر تو مجھ سے کھجور کی یہ شاخ مانگے تو بھی میں نہ دونگا۔ یہ توکل تھا۔ یہ بھروسہ تھا۔ یہ اخلاص تھا۔ جو آپؐ کا خدا سے تھا۔ آپؐ نے ظاہری سامانوں کو ہٹا دیا۔ تب خدا نے آپؐ کا نام بلند کیا۔ اور دنیا آپؐ کے ذکر سے معمور ہو گئی ٭

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۱۹) آپؐ کو خدا کے ذکر کی جیسی تڑپ تھی۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ مرض الموت میں جس کی شدّت کا یہ حال تھا۔ کہ آپؐ کو بار بار غش آتے تھے۔ جب ذرا بھی آپؐ کو افاقہ ہوا۔ تو آپؐ دو۲ آدمیوں کے کندھوں پر سہارا لیکر ایسی حالت میں کہ آپؐ کے قدم لڑکھڑاتے جاتے۔ اور زمین سے گھسٹتے جاتے تھے مسجد میں تشریف لائے۔ اور نماز ادا کی۔ غور کرو۔ جب تکلیف کی حالت میں بھی ذکر الٰہی سے ایسی وابستگی تھی۔ تو صحت کی حالت کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔

(۲۰) حدیثوں میں آتا ہے۔ آپؐ نماز کے لئے جب رات کو کھڑے ہوتے۔ تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے۔ کہ آپؐ کے پائے مبارک متورم ہو جاتے۔ لوگ کہتے۔ اتنی محنت شاقہ کیوں کرتے ہیں۔ فرماتے۔ کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ ہوں۔[1] آپؐ کے مشاغل پر دھیان کرو۔ پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھاتے۔ وفود اور سفراء سے ملاقات کرتے جنگوں کی خود کمان کرتے۔ قرآن شریف کی تعلیم دیتے۔ لوگوں کے جھگڑوں کا تصفیہ فرماتے۔ دین اسلام کے اجراء پر غور کرتے۔ بیویوں کے حقوق گھر کا کام کاج۔ مگر سارا دن کام کرنے کے بعد بجائے بستر پر بآرام لیٹ جانے کے آپؐ ذرا نیند کے بعد اٹھ کر بارگاہ ایزدی میں اپنا سر نیاز جھکاتے ہیں۔ اتنی اتنی دیر کھڑے رہتے ہیں۔ کہ لوگ کہتے۔ آپ کیوں اتنی لمبی نمازیں پڑھتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود نوجوان تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ آپؐ کے ساتھ رات کی نماز پڑھی۔ بوجہ لمبی نماز ہونے کے انہیں اتنی تکلیف ہوئی۔ کہ قریب تھا۔ وہ نماز توڑ دیتے۔ گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ سلم علیحدگی میں اتنی لمبی نماز پڑھتے۔ کہ جوان بھی آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاب نہ لا سکتے تھے +

(۲۱) موت کے وقت بھی خدا کی یاد آپؐ کی زبانِ مبارک پر تھی۔ اللّٰھم فی الرفیق الاعلیٰ کہتے۔ گویا وہ پیارا جس کی یاد آپؐ ہمیشہ دل میں رکھتے۔ آخری وقت بھی اسے ہی پکارا۔ اور کہا کہ اے خدا اب اپنی آغوش میں مجھے سلا لے۔

(۲۲) ذکر الٰہی سننے پر بعض دفعہ آپکی آنکھیں پُر نم ہو جاتیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن سُنا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بك علیٰ ھٰؤلآء شھیدا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ بس بس۔ انہوں نے دیکھا۔ تو آپؐ کے آنسو جاری تھے +

(۲۳) سُنّت اللہ سے ثابت ہے۔ جہاں گل ہو گا۔ وہاں خار کا ہونا بھی ضروری ہے۔ صحت ہے تو بیماری ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جہاں کسی چیز سے محبت ہو۔ وہاں اس کی ضد نفرت بھی لازمی امر ہے۔ پس جس طرح انسانی پیدائش میں محبّت رکھی گئی ہے۔ اسی طرح نفرت کا بھی ایک حصّہ رکھا گیا ہے۔ اور ضروری ہے۔ کہ جب اللہ سے محبّت ہو۔ تو ماسواء اللہ سے نفرت بھی ہو۔ مگر غیر اللہ کی محبّت وہ محبت نہیں جو کسی انسان سے کی جائے۔ بلکہ وہ ہے۔ جو خدا کے مقابلہ پر کسی سے کی جائے +

---

[1] اَفَلَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا (بخاری)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ وصف بھی آنحضرت صلعم میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ (۱) اہل عرب آپ کے مخالف ہو گئے۔ درخواست کی۔ کہ ہمارے معبودوں کو بُرا مت کہو۔ فرمایا۔ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں لاؤ۔ تب بھی میں شرک کی تردید سے باز نہیں آسکتا۔ (۲) اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔ آپ کا کلمہ تھا۔ (۳) موت کے وقت بھی فرمایا۔ یہود ونصاریٰ پر خدا لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاءؑ کی قبور کو بنا لیا۔ مطلب یہ کہ میرے بعد ایسا مت کرنا۔ (۴) لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن کی تعلیم دی۔ (۵) فرمایا (ا) ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ (ب) تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدّا ٭

(۶) آپ ہمیشہ دعا فرمایا کرتے اللّٰھم انی اسئلک حبک وحب من یحبک اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا طلبگار ہوں۔ اور اس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہو۔ یہ نمونہ تھا۔ جو لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے ماتحت آپ نے لوگوں کو دکھلایا۔ اور اپنے عمل سے واضح کیا۔ کہ انسان کو ہر لحظہ خدائے پاک کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ ان تمام امور سے آنحضرت صلعم کی محبت باللہ اور معرفت تامہ کا مقام عیاں ہے۔ پس آپ کا متبع بھی حقیقتاً وہی ہے۔ جو اسی رنگ میں رنگین ہو ٭

معرفت الٰہی تک پہنچانے کے وسائل

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کو معرفت الٰہی کے رنگ میں رنگین کرنے کے لئے بہت سے وسائل اختیار کئے ہیں۔ مثلاً

(۱) فطرت انسانی جو طبعاً اپنے خالق کی طرف راغب ہے۔ اس کے سامنے خدا تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ مفصل طور پر رکھ دیئے۔ مثلاً یہ کہ وہ غفور ہے۔ رحیم ہے۔ رازق ہے۔ باسط ہے۔ سمیع اور مجیب ہے۔ تا معرفت اور الٰہی محبت کے دروازے بسہولت کُھل سکیں ٭

(۲) تقبیح الٰہ باطلہ تا حد کمال مدلل طور پر ثابت کر دیا۔ تا انسانی فطرت ان سے متنفر ہو کر حقیقی معبود کی طرف متوجہ ہو۔ مثلاً ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ وان یسلبھم الذباب شیئاً لا یستنقذوہ منہ۔ ضعف الطالب والمطلوب ٭

(۳) بار بار خدا تعالیٰ کی صفات کو اُن کی آنکھوں کے سامنے رکھا۔ تا فطرت میں مُحسن و مربّی کی طرف کشش پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً قل اغیر اللہ اتخذ ولیا فاطر السمٰوٰت والارض وھو یطعم ولا یطعم ٭

(۴) کثرت یاد الٰہی کی تاکید کی۔ تا کہ دل میں محبت کا ولولہ پیدا ہو۔ اور اس سرچشمۂ فیوض کی طرف دل میں زیادہ میلان پیدا ہو کر محبت کے خمار میں کمی پیدا نہ ہونے پائے۔ مثلاً اذکروا اللہ یذکرکم ٭

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۵) اعضاء اور جوارح کے ساتھ یعنی بناوٹ سے بھی اس ذات کی طرف بڑھنے کی تاکید کی۔ تا اُن میں حقیقی کیف پیدا ہو کر نتیجۃً محبّت باللہ کے لئے ذوق اور چاشنی پیدا ہو سکے مثلاً اقم الصّلوٰۃ لذکری ان اللّٰہ یحبّ المطہرین ٭

(۶) جن چیزوں سے خدا تعالیٰ کا تعلّق ہے۔ ان میں اس کی رضاء کو مقدّم رکھنے کی باحسن وجوہ تاکید فرمائی۔ تا خدا تعالیٰ کو انسان کی طرف محبّت و میلان پیدا ہو۔ مثلاً بادشاہ کا منشاء ہے۔ کہ میری رعایا سے اچھا سلوک ہونا چاہیئے۔ اس میں ایسی مسابقت کرنا۔ کہ خواہ مخواہ ہی بادشاہ کے دل میں محبّت اور ولولہ پیدا ہو جائے۔ فرمایا۔ یؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔ ان اللّٰہ یحبّ المحسنین ٭

(۷) ایسے امور سے اجتناب کروایا۔ جو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو کر محبّت میں خلل اور رخنہ اندازی پیدا کر سکتے ہیں۔ مثلاً من عادیٰ لی ولیا فقد بارزتہ للحرب۔ ان اللّٰہ لا یحبّ المعتدین۔ انہ لا یحبّ المستکبرین

(۸) غیرت الٰہی کا مطالعہ کروایا۔ تا اس کے خلاف کرنے سے تعلّقاتِ محبّت میں کمی نہ آجائے۔ ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ والّذین اٰمنوا اشدّ حبًّا لِلّٰہ ٭

(۹) جنّت و ما فیہا کی خاطر خدا سے محبّت نہ کرنا۔ بلکہ اس کے حُسن و جلال کو مقدّم رکھ کر اس سے وفا پیدا کرنا۔ مالاحدٍ عندہ من نعمۃ تجزیٰ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ ٭

(۱۰) استقامت ثبات اور صبر کی تاکید کی۔ اور اس راہ میں عجلت سے منع فرمایا۔ تا انسان کو محبّت الٰہی کے ثمرات سے بہرہ ور ہونے کا موقعہ مل سکے۔ مثلاً لا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃٍ انکاثا ٭

(۱۱) اور رجوع الی اللہ پر زور دیا۔ وانیبوا الیٰ ربکم واسلموا لہٗ ٭

(۱۲) دوام عمل کی تاکید کی۔ والّذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سُبلنا۔ واعبد ربّک حتیٰ یاتیک الیقین ٭

(۱۳) قرآن مجید جو ہدایت نامہ خدائی ہے۔ اس کے مطالعہ کی تاکید کی۔ تا غلط راستے پر انسان نہ چلا جائے۔ اتل ما اوحی الیک من ربک۔ ان قرآن الفجر کان مشھودًا ٭

(۱۴) دعا کی تعلیم دی تا کہ دعاؤں کے قبول ہونے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا علم حاصل ہو۔ اور اس سے محبّت کا تعلق بڑھے۔

(۱۵) قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کے حُسن اور احسان پر بہت زور دیا تا اسکو دیکھ کر مومنین کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبّت حاصل ہو ٭

(۱۶) عبادت کا طریق ایسا سکھایا۔ کہ اس طریق کو صحیح طور پر استعمال کرنے سے انسان خدا تک پہنچنے اور شرف مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہونے کی اہلیت پیدا کر سکتا ہے۔ اور مکالمہ و مخاطبہ ہی خدا تعالیٰ کی معرفت تامہ اور محبّت کاملہ کے حاصل کرنے کا اعلیٰ ذریعہ ہے ٭

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محبتِ الٰہی میں روکیں

اسلام نے نہ صرف محبت الٰہی اور عرفان باللہ پر زور دیا۔ اور اس کے لئے بہت سے وسائل اختیار کیئے۔ بلکہ ان روکوں کو بھی دور فرمایا ہے جو اس راستہ میں حائل ہو سکتی تھیں۔

پہلی روک :۔ بہت لوگ مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خیال کرتے ہیں۔ کہ خدا کا قرب انسان کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ آنحضرت صلعم نے اس روک کو بھی ہٹایا۔ اور فرمایا۔ لا تیئسوا من روح اللہ۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔

دوسری روک :۔ اس روک کو بھی اسلام نے دور کیا۔ جو گناہوں کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے اسلام نے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا بتلایا۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ غفور رحیم۔ حدیثوں میں فرمایا۔ کہ اگر سمندر کی جھاگ کے برابر بھی گناہ ہوں۔ تب بھی خدا انہیں دور کر سکتا ہے۔

تیسری روک :۔ اسلام نے ایک اور روک بھی دور کی۔ اور وہ یہ کہ بہت لوگ معمولی غلطیوں کی وجہ سے خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ غلطیاں ہمارے تقرب باری تعالیٰ میں روک ہیں۔ اسلام نے یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم کہکر اس خیال کو بھی دور کر دیا۔ اسلام کے نزدیک فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیہ۔ جس کی زیادہ نیکیاں ہوں۔ وہ خدا کا محبوب بن سکتا ہے۔

پس اسلام نے گناہوں اور مایوسی کی دیوار اور بھول چوک کو نظر انداز کر کے انسانی ہمت کو بلند کر دیا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ کوئی ہو۔ خدا اسے محبوب بنانے کیلئے تیار ہے۔ وہ کسی خاص شخص یا قوم کا طرفدار نہیں ہے۔

عرفانِ الٰہی کے حصول کیلئے شرط

اسلام نے عرفان الٰہی کے حصول کیلئے پہلی شرط یہ قرار دی ہے کہ انسان گذشتہ گناہوں پر دلی ندامت کا اظہار کرے۔ اور توبہ کرے۔ تا آئندہ پاک و صاف ہو کر خدا کی طرف بڑھ سکے۔ توبہ کیلئے ضروری ہے۔ کہ (۱) گذشتہ گناہوں پر دلی ندامت کا اظہار کیا جائے۔ (۲) جو فرائض ادا ہو سکتے ہوں اور رہ گئے ہوں۔ انہیں ادا کرے۔ مثلاً حج یا زکوٰۃ۔ (۳) جن گناہوں کا ازالہ ہو سکے۔ ان کا ازالہ کر دے۔ (۴) جس شخص کو کوئی دکھ پہنچایا ہو۔ اس سے معافی مانگے۔ (۵) جن کو نقصان پہنچایا ہو۔ ان سے مقدور بھر احسان کرے۔ استطاعت نہ ہو تو دعا کرے (۶) آئندہ گناہ نہ کرنیکا پختہ عہد کرے۔ (۷) آئندہ نفس کو نیکی کی طرف رغبت دلائے۔

تزکیۂ نفوس کے طریق۔ اور حصول عرفان کے ذرائع

جب پچھلا حساب صاف ہو گیا۔ تو آگے خدا کی طرف قدم بڑھانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ (۱) خیالات پاکیزہ رکھے جائیں۔ اور بُرے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خیالات کبھی دل میں نہ آنے دیئے جائیں۔ خصوصاً رات کے وقت۔ (۲) ان افعال کا جن کو حضرت احدیت ناپسند فرماتے ہیں۔ اور ان کا جن کو پسند فرماتے ہیں۔ پورا پورا علم حاصل کیا جائے۔ تاکہ نیکی کو بدی اور بدی کو نیکی نہ سمجھ لے۔ (۳) محبّت الٰہیہ میں گم ہو کر رسول کریم صلعم کے اُسوۂ حسنہ پر عامل بنے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ ؎

اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس ÷ بیا در ذیلِ مستانِ محمّد

(۴) مجاہدہ و ریاضت۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔

(۵) صفات الٰہیہ کو اپنے اندر پیدا کرنا۔ ایک قسم کا غفور ایک قسم کا رازق۔ ایک قسم کا رب العالمین بننا۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔

(۶) نیکی اس یقین سے کرے۔ کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ یا کم از کم یہ خیال ہو۔ کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ ان تعبد ربک کانک تراہ۔ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ (۷) دنیا کو دار فانی سمجھے۔ کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وعد نفسک من اصحاب القبور۔

(۸) صحبت صالحین اختیار کرے۔ کونوا مع الصادقین۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ۔ (۹) اپنے اعمال کا محاسبہ کرے۔ ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ اسکے لئے تین محاسبے ہیں۔ محاسبہ ابتدائیہ۔ محاسبہ وسطیٰ۔ اور محاسبہ اخریٰ۔

محاسبۂ اولیٰ:۔ ہر کام شروع کرنے سے پیشتر اپنے دل سے پوچھو (۱) اس کام کے کرنے کی غرض کیا ہے۔ (۲) کس کی خاطر وہ یہ کام کرنے لگا ہے۔ جواب سے کام کی بُرائی کا علم ہو جائے گا۔

محاسبۂ وسطیٰ:۔ ہر کام کے دوران میں اپنے نفس سے سوال کرے۔ کہ میں یہ کام کس طرح کرتا ہوں۔ یعنی کن ذرائع کو استعمال کرتا ہوں۔ کیونکہ بہت دفعہ انسان ایک نیک کام کرتا ہے۔ مگر ایسے ذرائع کو استعمال کرتا ہے۔ جو درست نہیں ہوتے۔

محاسبۂ اخریٰ:۔ کام کے ختم ہونے پر اپنے نفس سے سوال کرے۔ کہ اس کام کا اثر اس پر کیا ہوا ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ بعد میں عُجب اور تکبر پیدا ہو جاتا ہے۔

علاوہ اس محاسبے کے یہ بھی صورت ہے کہ (۱) رات کو سوتے وقت سوچے۔ کہ میں نے کتنی نیکیاں کیں۔ اور کس قدر بدیاں۔ (۲) کسی دوست سے کہے۔ کہ میرے عیب مجھے بتاؤ۔ (۳) دشمن جو اس پر عیب لگاتے ہوں۔ ان پر غور کرے۔ کہ مجھ میں پائے تو نہیں جاتے۔ (۴) قرآن شریف پڑھتے وقت اوامر و نواہی پر غور کرے۔ اور اپنے نفس کو بھی ٹٹولتا جائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۱۰) اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے۔ کہ وہ اُسے مقامِ عرفان میں ترقیات نصیب فرمائے۔

(۱۱) استغفار پر مداومت رکھے۔ تا اس کی کمزوریاں گناہ کی صورت اختیار نہ کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن میں ستّر ستّر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار پڑھا کرتے تھے

(۱۲) اس امر کو پوری طرح سمجھے۔ کہ ہر گناہ زہر ہے۔ کبائر وصغائر پر مت جائے۔ یہ سمجھ کر کہ فلاں گناہ معمولی ہے۔ اور فلاں بڑا۔ اگر عمل کیا گیا۔ تو خطرہ ہے۔ کہ گناہ انسان کو ہلاک کردے۔ پس ہر گناہ کو بڑا سمجھے اور ہر نیکی کو غنیمت جانے۔ (۱۳) نیکی اور بدی کرنے والوں کے انجام پر غور کیا جائے۔ فانظر واکیف کان عاقبۃ المکذبین۔

اسلام کے ان بیان فرمودہ ذرائع پر اگر کوئی چلے۔ تو وہ گناہوں سے بچکر عرفانِ الٰہی کا مقام حاصل کرسکتا ہے

مقامِ عرفان

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کہ یہ قرآن صرف انسان کو مُتّقی ہی نہیں بناتا۔ بلکہ مُتّقیوں کیلئے بھی ہدایت نامہ ہے (ھدًی للمتقین) اور ان کو بھی زیادہ بلند مقامات تک پہنچاتا ہے۔ فرماتا ہے۔ کہ مُتّقی وہ ہوتا ہے۔ جو (۱) غیب پر ایمان لائے۔ (یؤمنون بالغیب) مگر قرآن شریف اس سے بھی اوپر اس کو لیجاتا ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ غیب نہیں رہتا۔ بلکہ وہ خدا کو دیکھ لیتا ہے۔ اور اس طرح عرفانِ تام حاصل کرلیتا ہے۔ پھر (۲) مُتّقی وہ ہوتا ہے۔ جو نماز کو قائم کرتا ہے (یقیمون الصلوٰۃ) یعنی نماز گرتی ہے۔ اور وہ اس کو اُٹھاتا ہے۔ وہ پھر گرتی ہے۔ اور یہ پھر اس کو اٹھاتا ہے۔ اور کوشش کرتا ہے۔ کہ اس کی نماز ٹھیک طور پر ادا ہو۔ مگر قرآن شریف مُتّقیوں کو اس سے بھی اوپر لے جاتا ہے۔ اور اس کو خدا تعالیٰ سے ایسا گہرا تعلق محبّت ہوجاتا ہے۔ کہ وہ تکلف سے نماز کو ادا نہیں کرتا۔ بلکہ نماز اس کی جان ہوجاتی ہے۔ نماز کے بغیر اس کو چین ہی نہیں آتا۔ (قرۃ عینی فی الصلوٰۃ) اور اس کو نماز میں وہی لذّت محسوس ہوتی ہے۔ جو ایک عاشق کو اپنے محبوب کی ملاقات سے حاصل ہوتی ہے۔ پھر (۳) مُتّقی وہ ہوتا ہے۔ جو اپنے مال میں سے کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے (ومما رزقنٰھم ینفقون) مگر قرآن شریف اس سے بھی اوپر اس کو لے جاتا ہے۔ اس کو ایسے مقامِ محبّت تک پہنچاتا ہے۔ کہ وہ اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کردیتا ہے۔ اس کا سارا مال خدا کا ہوجاتا ہے۔ اس کی کوئی چیز اپنی نہیں ہوتی۔ پھر (۴) مُتّقی وہ ہوتا ہے۔ جو خدا کے اُتارے ہوئے کلام پر جو انبیاء پر نازل ہُوا ایمان لاتا ہے۔ (و یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون) لیکن قرآن شریف مُتّقی کو اس سے بھی اوپر لے جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ خود موردِ الہام ہوجاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف ہوجاتا ہے۔ اور اس طرح عرفان ومحبّت الٰہی کے اعلیٰ مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ دوسری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (۱) لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا (ب) تتنزل علیھم الملآئکۃ ٭

محبّتِ الٰہی کے نتائج

جب کوئی شخص عرفانِ الٰہی کے اس راستے پر قدم مارتا ہے جو اسلام نے تجویز کیا ہے۔ تو ایسا شخص جب مقامِ معرفت حاصل لیتا ہے (۱) تو گذشتہ گناہ تو اس کے پہلے ہی معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔ آگے کے لئے اس کے دل سے میلان گناہ تک بھی دُور کر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی بدی بلکہ بدی کی خواہش بھی اس کے اندر نہیں رہتی۔ والّذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وامنوا بما نُزّل علیٰ محمّد وھو الحق من ربّھم کفّر عنھم سیّئاٰتھم واصلح بالھم۔

(۲) خدا اپنی قولی شہادت سے ظاہر کرتا ہے۔ کہ مَیں تمھارا دوست ہوں۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ گویا الہام کا دروازہ اس پر کھول دیا جاتا ہے۔

(۳) خدا اپنی فعلی شہادت سے بھی اس سے اپنے تعلّق کا اظہار کرتا ہے۔ اور یہ کئی طرح سے ہوتا ہے۔ (۱) ایسے شخص کی کثرت سے دعائیں سُنی جاتی ہیں۔ (۲) بعض اوقات ایسے شخص کی دُعا کی قبولیّت الہام یا قلبی اثر کے ذریعے بتادی جاتی ہے۔ (۳) جب مقابلہ ہو۔ تو صرف ایسے انسان کی ہی دعا سُنی جاتی ہے۔ اور مقابل پر جو ہوں۔ انکی دُعائیں ردّ کی جاتی ہیں۔ (۴) اسکی دعائیں بعض دفعہ خارقِ عادت طور پر قبول ہوتی ہیں۔ جو عام طبعی قانون کو توڑ ڈالتی ہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی دُعا سے ایک لڑکا عبدالکریم نامی جسے دیوانگی کلبیٰ کا دورہ ہوا تھا۔ بچ گیا۔ حالانکہ ڈاکٹر مایوسی کا اظہار کر چکے تھے۔ (۵) بعض دفعہ خدا تعالیٰ خود ایسے انسان کو موقع دیتا ہے۔ کہ وہ کچھ مانگے۔ تا اُسے دیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا الہام ہے:-

چل رہی ہے نسیم رحمت کی ٭ جو دُعا کیجیے قبول ہے آج

دوسری فعلی شہادت:- خدا ایسے انسان کی خاص طور پر نُصرت اور تائید فرماتا ہے ٭

تیسری شہادت:- ایسے انسان کے دشمن اگر شرارت سے باز نہ آئیں۔ تو ہلاک کیئے جاتے ہیں ٭

چوتھی شہادت:- ایسے انسان سے نیک لوگ محبّت کرنے لگ جاتے ہیں حدیث ہے:-

ویوضع لہ القبول فی الارض۔

غرض خدا تعالیٰ اپنی قولی اور فعلی شہادت سے ظاہر کرتا ہے۔ کہ میرے عرفان کا مقام تجھے حاصل ہو گیا ہے۔ مگر اعمال کا پھر بھی خاتمہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم اس ہستی کی تلاش میں ہیں۔ جس کا عرفان کبھی ختم نہیں ہوتا ٭

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گوشوارہ بقایا و فاضلہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء

نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقوم بقایا		
۱	بیت المال	۴	۹	۴۴۳۸۱
۲	طبع واشاعت	۹	۵	۱۵۳
۳	بورڈران ہائی	۶	۱	۲۵۵
۴	بورڈران احمدیہ	۰	۹	۸
۵	مقبرہ بہشتی	۰	۹	۴۹۹۷۴
۶	قرضہ	۰	۰	۱۷۱۵۸
۷	منارہ	۰	۰	۱۳۴۳
۸	پراویڈنٹ فنڈ	۸	۸	۲۶۸۱
۹	ترقی اسلام	۰	۰	۴۱
۱۰	بک ڈپو	-	۲	۱۱۹
	میزان	۳	۱۳	۱۰۹۸۷۸

نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقوم فاضلہ		
۱	بقایا و پیشگی	۶	۱۴	۲۰۱۷۲
۲	جائیداد	۹	۴	۳۱۰
۳	ایجنسی	۰	۰	۴۸۵۰
۴	تعمیر	۰	۱۳	۴۱۴
۵	ناظر اعلیٰ	۰	۵	۲۲۷۸
۶	قضاء	۰	۱۲	۶۷
۷	افتاء	۰	۰	۱۵
۸	پرائیویٹ سیکرٹری	۶	۴	۲۲۵۵
۹	محاسب	۶	۰	۲۸۹۷
۱۰	ہسپتال	۶	۱۱	۷۷۵
۱۱	دعوت تبلیغ	۰	۱۰	۱۸۳۳۸
۱۲	ہائی سکول	۳	۱۳	۵۹۷۸
۱۳	صدقات	۹	۵	۲۴۴۳
۱۴	گرلز سکول	۳	۱۲	۱۹۳۶
۱۵	مدرسہ احمدیہ	۹	۵	۴۹۱۲
۱۶	جامعہ احمدیہ	۹	۱۴	۲۹۹۳
۱۷	احمدیہ ہوسٹل	۰	۱۱	۱۱۷۶
۱۸	امور عامہ	۳	۱۵	۲۱۱۲
۱۹	ضیافت	۰	۱۳	۲۲۳۸۱
۲۰	تعلیم و تربیت	۹	۵	۲۲۴۰
۲۱	تالیف تصنیف	۰	۱	۳۴۵۵
۲۲	امور خارجہ	۶	۱۱	۱۹۸۱
۲۳	خلافت	۰	۰	۳۷۸۵
۲۴	تجارت	۳	۴	۲۱۱۴
	میزان	۳	۱۳	۱۰۹۸۷۸

محمد اشرف

محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان

الفضل کا خاتم النبیین نمبر

الفضل کا نہایت شاندار ٹائیٹل پیج

(۱) خاتم النبیین نمبر الفضل بابت ۲۶ اکتوبر۔ ایک سو سے زیادہ مضامین حضرت خلیفۃ المسیح

ایدہ اللہ بنصرہ کا مضمون آنحضرت

نہایت شاندار نکلا ہے۔ مولانا شیر علی صاحب کا مختصر

صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے متعلق نہایت اعلیٰ ہے اور وجود

اعتراضات کا بھی تسلی بخش جواب

نمبر کا جامع ہے۔ اور مکمل قیمت ۸/

(۲) سن رائز ہفتہ وار انگریزی اخبار چندہ پانچ روپیہ سالانہ

(۳) مصباح مہینے میں دو بار خواتین کا اخبار چندہ ۲/۸ سالانہ

(۴) ریویو آف ریلیجنز انگریزی لنڈن سے ماہوار چندہ سات روپیہ سالانہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تارا ٹریڈ مارک SKB رجسٹرڈ

ڈاکٹر ایس کے برمن کی

سخت امراض کی مجرب پیٹنٹ دوائیں

نہایت طاقت دینے والی چیز

مقوی باہ کی گولیاں

یہ وہی مشہور طاقت دینے والی چیز ہے جسکی آجکل تمام دنیا قدر کر رہی ہے - کمزور و پتلی دھات والوں کے لئے تو یہ گولیاں واقعی بمنزلہ اکسیر ہے - آپ خود اسکی آزمائش کریں - معمولی کمزوری - نامردی ضعف باہ - ہاتھ پیروں میں لرزش - ہولدل - نسیان - تھوڑی محنت سے تکان وغیرہ شکایتیں بیخ و بن سے رفع ہوتی ہیں

نوٹ - اس دوا کے ساتھ بیچ بیچ میں اگر ہمارے تیار کردہ جلاب کی گولیاں استعمال کرکے پیٹ صاف کرلیا جاوے - تو زیادہ فائدہ ہوگا -

قیمت دو ہفتہ کی خوراک - ۳۰ گولیوں کی ۲ محصولڈاک ۶ جلاب کی گولیاں ۱۰ محصولڈاک ۶

آئی او ڈائی اڈ سالسہ

خون کو ہمیشہ صاف و تازہ رکھنے کے لئے یہ سالسہ نہایت ہی مشہور ہے - ہمارا یہ سالسہ معمولی سالسو سے کہیں زیادہ سودمند ہے - اگر گرمی - آتشک گٹھیا یا پارہ ملی ہوئی دواؤں سے آپ کا خون بگڑ گیا ہو - تو اس سالسہ کو استعمال کریں - قیمت فی شیشی ۲۳ خوراک کی ۲ دو روپیہ چار آنہ - محصولڈاک ۶

نوٹ:- دوائیں ہر جگہ دواخانوں میں ملتی ہیں - ڈاک خرچ بچانیکے لئے اپنے شہر میں ہمارے ایجنٹ سے خریدیں

صیغہ نمبر (۱۱۷) پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ:- شیخ محمد وارث رحمت علی سوداگر گورداسپور

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا